ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

4 رجب المرجب 1438ھ —— اپریل 2017ء

احرار

عزم وہمت اور صبر واستقامت کے

87 سال

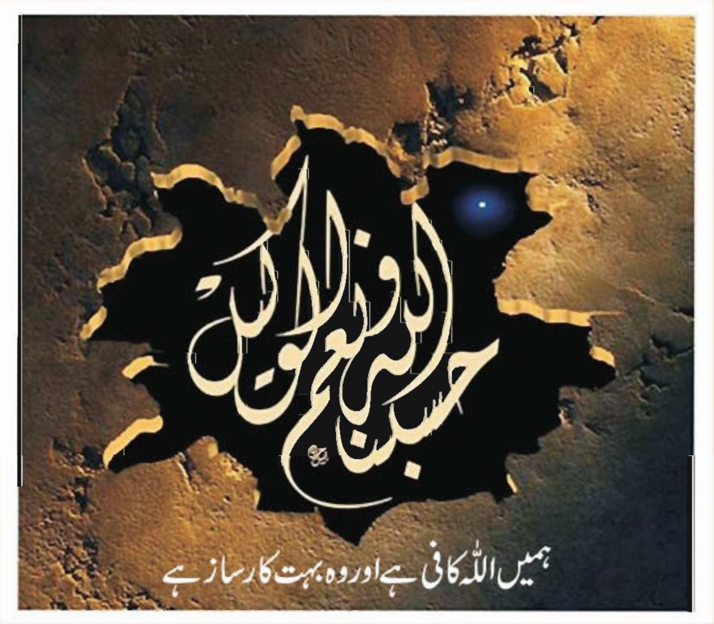

★ تحریک تحفظِ ناموس رسالت کا تسلسل

★ آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است

★ اولیات وخصوصیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

★ امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق غلط نظریہ

صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام

ہاں! آج ہمارے لیے کہ اسلام کے صدرِ اول کا دماغ اور روح دونوں کھو چکے ہیں۔ یہ بات کتنی ہی تعجب انگیز ہو مگر صحابہ کرام کے لیے جو اسلام کے بخشے ہوئے دل اور اس کے بنائے ہوئے دماغ دونوں کے مالک تھے۔ یہ بات اتنی صاف، اتنی کھلی ہوئی اور اس طرح جانی بُوجھی ہوئی تھی کہ اس کی طرف صرف ایک اشارہ ہی کر دینا کافی تھا۔ داعیٔ اسلام کے تزکیہ و تربیت اور درسِ کتاب و حکمت نے ان کے اندر ایک ایسا صالح مزاج پیدا کر دیا تھا کہ کوئی بات خواہ کتنی ہی سامنے کی اور مقبول و معمول کیوں نہ ہو لیکن اگر حقیقت اور دانائی کی گہرائیوں سے ذرا بھی ہٹی ہوئی تھی تو فوراً ان کی طبیعت میں کھٹک پیدا ہو جاتی تھی، پھر جمتی تھی تو اس وقت جب اصلی اور کامل چیز سامنے آجاتی تھی۔ تم نے ان کے علم اور دانائی کی گہرائیاں بھلا دی ہیں حالانکہ صرف ان کے دل ہی زیادہ نیک نہ تھے بلکہ ان کی دانائی و حکمت بھی سب سے گہری تھی جیسا کہ خود انھی میں سے ایک حقیقت شناس انسان نے کہا تھا:

اُولٰئِکَ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوْا اَفْضَلَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبَرَّهَا قُلُوْبًا وَاَعْمَقَهَا عِلْمًا وَاَقَلَّهَا تَكَلُّفًا اَخْتَارَهُمُ اللّٰهُ بِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَلِاِقَامَةِ دِيْنِهٖ

(عن عبداللہ بن مسعود۔ رواہ دارمی)

”یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی امت میں سب سے افضل تھے، ان کے دل سب سے زیادہ پاک، ان کا علم سب سے زیادہ گہرا، وہ تکلفات میں سب سے کم، اللہ نے انھیں اپنے نبی پاک کی صحبت کے لیے اور اقامتِ دین کے لیے چنا تھا۔“

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ تعالیٰ

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 28 شمارہ 4 رجب المرجب 1438ھ / اپریل 2017ء

Regd.M.NO.32

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تشکیل

دل کی بات:	تحریک تحفظ ناموس رسالت کا تسلسل	عبداللطیف خالد چیمہ	2
افکار:	آبروئے ما زنامِ مصطفیٰ است	اوریا مقبول جان	7
״	علامہ اقبال کا فلسفۂ عشق	پروفیسر خالد شبیر احمد	10
״	معارف الحدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	16
دین و دانش:	اولیات و خصوصیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	مولانا محمد یوسف شیخوپوری	20
״	امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق غلط نظریہ	محمد عرفان الحق ایڈووکیٹ	23
״	رنگ و نسل	شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ	28
״	اسے میں نے بنایا تھا	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	30
״	احادیث نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط: ۱۲)	حافظ عبید اللہ	32
یاد رفتگان	مجاہد ختم نبوت مولانا محمد ابوذر کی رحلت	ڈاکٹر عمر فاروق احرار	41
ادب:	نعتِ خاتم النبیین ﷺ	محمد سلمان قریشی	44
״	اے وادیٔ کشمیر	پروفیسر خالد شبیر احمد	46
״	عشق کے قیدی (قسط: ۸)	ظفر جی	47
حسن انتخاب:	تبصرۂ کتب	مفتی نجم الحق / ابن سیف سنجرانی	56
روداد:	قرآن اکیڈمی ریم لاہور میں منعقدہ ختم نبوت کورس کی روداد	رپورٹ: شعبہ تعلیم و تربیت مرکز تعلیم اسلامی	58
تراجم:	مسافران آخرت	ادارہ	63

فیضان نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی
حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم، ابن امیر شریعت

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے کار
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com
محمد نعمان سنجرانی

تزئین
محمد مزمل حمید

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد
0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ———— -/200 روپے
بیرون ملک ———— /4000 روپے
فی شمارہ ———— -/20 روپے

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیب ختم نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان   ناشر: سید محمد کفیل بخاری   طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan (Pakistan)

تحریک تحفظِ ناموسِ رسالت کا تسلسل

عبداللطیف خالد چیمہ☆

تحریک تحفظ ختم نبوت کے لیے کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے نام سے 1953ء میں مجلسِ احرار اسلام کی میز بانی میں قائم ہونے والا مشترکہ پلیٹ فارم اپنی پوری تاریخ رکھتا ہے۔ انیس سو ترپن کی تحریکِ مقدس کی پاداش میں مجلس احرار اسلام کو خلافِ قانون قرار دیا گیا اور 1962ء میں پابندی ختم ہوئی۔ 1974ء اور 1984ء کی تحاریک ختم نبوت کی کامیابیاں اسی کل جماعتی فورم کے ذریعے ہی حاصل ہوئیں۔ 1996ء تک کل جماعتی مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوّت کا مشترکہ پلیٹ فارم عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کی میز بانی میں کام کرتا رہا۔ اس آخری دور کے امیر و سربراہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ تھے جبکہ سیکرٹری جنرل کے منصب پر جمعیت علماء پاکستان کے رہنما سردار محمد خان لغاری فائز رہے اور سیکرٹری اطلاعات مولانا زاہد الراشدی اور ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات راقم الحروف تھا۔ اس کے بعد مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوّت غیر مؤثر ہوگئی۔ ہمارے سمیت مولانا زاہد الراشدی اور کئی دیگر شخصیات نے اس کو متحرک کرنے کے لیے بارہا کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ جس کے مضر اثرات آج محسوس کیے جارہے ہیں۔

2008ء میں مختلف مکاتبِ فکر نے متحدہ تحریکِ ختمِ نبوّت رابطہ کمیٹی پاکستان کے نام سے ’’بچ بچا‘‘ کر ایک مشترکہ پلیٹ فارم تشکیل دیا، جو آج بھی تحفظِ ختمِ نبوّت کے محاذ پر اپنا ہر ممکن کردار ادا کر رہا ہے۔ پیپلز پارٹی کے گزشتہ دورِ اقتدار میں 295/C کے قانون کے خلاف عالمی سازشیں زیادہ تیز ہوئیں تو تحریکِ تحفظ ناموسِ رسالت نے مشترکہ پلیٹ فارم کے طور پر اپنا بھرپور کردار ادا کیا اور جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر کی سربراہی میں مہم تیز ہوئی۔ جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن نے تحریک کو زبردست طاقت مہیا کی اور کراچی میں جمعیت کی عظیم الشان ریلی سے مولانا فضل الرحمٰن کے تاریخ ساز اور فیصلہ کن خطاب کے بعد پیپلز پارٹی کے رہنما اور وفاقی وزیرِ قانون بابر اعوان نے حکومت کی طرف سے باضابطہ اعلان کیا کہ اس قانون میں ترمیم یا تنسیخ ہرگز نہیں کی جائے گی۔ اس وقت قانون تحفظ ناموسِ رسالت پر جو بھی اعتراضات اٹھائے گئے تھے وزارتِ قانون نے اس کے تسلی بخش جوابات بھی دیے اور اُس وقت کے وزیرِاعظم جناب یوسف رضا گیلانی نے اس مسودے کی باضابطہ توثیق بھی کی تھی۔ اور وہ ڈیکلیریشن حکومت نے بیرونِ ممالک اپنے سفارتخانوں کو جاری کرنے کا حکم بھی دیا تھا تاکہ کوئی اعتراض یا اشکال آئے تو جوابی بیانیے کے طور پر وہ سرکاری تحریر (ڈیکلیریشن) جواباً پیش کر دی جائے۔ اب کچھ زیادہ عرصے سے مسلم لیگی حکمران پھر بیتاب ہوئے تو تمام

☆سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

حلقوں میں یہ سوال اٹھایا جانے لگا کہ کہ پیپلز پارٹی کے مقابلے میں (ن) لیگ دین دشمنوں کو نوازنے میں سبقت لے جا رہی ہے۔مقتدر حلقوں اور مقتدر اداروں میں جب زیادہ بے چینی نظر آئی تو دینی جماعتوں نے احتجاج شروع کیا۔

متحدہ تحریکِ ختم نبوّت رابطہ کمیٹی پاکستان نے قانون تحفظِ ناموسِ رسالت کے حق میں مہم چلائی۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے یکم فروری 2017ء کو اسلام آباد میں تحریک تحفظِ ناموسِ رسالت کی اے پی سی منعقد کر کے درج ذیل چھے مطالبات کے ساتھ ایک ماہ کی ڈیڈ لائن بھی دی، جسے لیگی حکمرانوں نے درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔

☆حکومتِ پاکستان C-295 کے قانون کے خلاف سرگرمیوں کا نوٹس لے اور اس قانون کے تحفظ کا دوٹوک اعلان کرے۔

☆ قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد کا شعبۂ فزکس ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے نام پر رکھنے کا فیصلہ واپس لیا جائے۔

☆ چناب نگر میں ریاست در ریاست کا ماحول ختم کیا جائے۔حکومت دستوری اور قانونی رٹ بحال کرنے کے ٹھوس اقدامات کرے اور متوازی عدالتیں ختم کر کے قانونی نظام کی بالا دستی بحال کی جائے۔

☆ قادیانی چینلز کی نشریات کا نوٹس لیا جائے اور ملک کے دستور اور قانون کے تقاضوں کے منافی نشریات پر پابندی لگائی جائے۔

☆ چناب نگر کے سرکاری تعلیمی ادارے قادیانیوں کو ہرگز نہ دیے جائیں۔

☆ دوالمیال (چکوال) میں قادیانیوں کی فائرنگ سے شہید اور زخمی ہونے والے مظلوم مسلمانوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہوئے ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ قادیانی قاتلوں کو فی الفور گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔مظلوم اور بے گناہ مسلمانوں کو جلد رہا کیا جائے۔

ایک ماہ میں دینی جماعتوں نے ملک بھر میں بیداری پیدا کی جبکہ 10/مارچ جمعۃ المبارک کو اسلام آباد میں مولانا فضل الرحمٰن کی رہائش گاہ پر تحریکِ تحفظِ ناموسِ رسالت کی اسٹیرنگ کمیٹی کا اجلاس ہوا، جس میں تحریکِ تحفظِ ناموسِ رسالت کے پرانے پلیٹ فارم کا باضابطہ احیا کر کے اسے از سرِ نو متحرک کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔متفقہ طور مولانا فضل الرحمٰن کو اس کا سربراہ مقرر کیا گیا۔جمعیت علمائے اسلام کے 7,8,9/اپریل 2017ء کو پشاور میں ہونے والے صد سالہ عالمی اجتماع میں ایک دن تحریکِ تحفظِ ناموسِ رسالت کے مطالبات پر گفتگو ہو گی اور جمعیت کے اس اجتماع کے بعد اسٹیرنگ کمیٹی کا اجلاس منعقد کر کے لاہور سمیت ملک کے بڑے شہروں میں عوامی اجتماعات کا اعلان کیا جائے گا۔پہلا بڑا اجتماع لاہور میں ہو گا۔ہم جمعیت کے صد سالہ اجتماع کی کامیابی کے لیے بھی دعا گو ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ مولانا فضل الرحمٰن کی بصیرت سے تحریکِ تحفظِ ناموسِ رسالت اگلے بڑے مرحلے میں داخل ہو گی اور امریکی و عالمی ایجنڈے کو آخر کار ناکام و نامراد ہونا پڑے گا۔ان شاءاللہ تعالیٰ

ہم سمجھتے ہیں کہ اسلام آباد ہائیکورٹ کے عزت مآب جسٹس جناب شوکت عزیز صدیقی کے عدالتی ریمارکس، سینٹ اور قومی اسمبلی میں اراکین کی طرف سے سوشل میڈیا پر گستاخانہ مواد کے خلاف آواز بلند کرنا تحریک تحفظِ ناموسِ رسالت کی غیبی مدد ہے۔ تین ماہ کی مسلسل عدالتی جدوجہد کے بعد سانحۂ دوالمیال میں قادیانیوں کے ہاتھوں شہید ہونے والے نوجوان مسلمان نعیم شفیق کی ایف آئی آر 24/ مارچ 2017ء کو درج ہو چکی ہے، گستاخ ویب سائٹس کے خلاف قانونی وعدالتی چارہ جوئی آگے بڑھ رہی ہے۔ جھوٹا مدعیٔ نبوّت کذاب ناصر سلطانی ربوہ سے گرفتار ہو چکا ہے اور حکومت عالمی فورم پر گستاخانہ مواد کے خلاف آواز بلند کرنے لگی ہے۔ 27 اسلامی ممالک کے سفیروں کا اسلام آباد میں اجلاس خوش آئند ہے لیکن جس ملک میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے اقدامات وہاں کرنے کی ضرورت ہے۔ گستاخانہ مواد اور سانحۂ دوالمیال کے حوالے سے چکوال اور اسلام آباد میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل جناب ڈاکٹر عمر فاروق احرار کی نگرانی میں مرکزی ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات مولانا تنویر الحسن اور ان کے جفاکش معاونین نے تین ماہ کی قانونی جنگ میں نامساعد حالات کے باوجود بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ سانحۂ دوالمیال کے سلسلے میں گرفتار چھیاسٹھ میں سے نو مسلمان ضمانت پر رہا ہو چکے ہیں۔ اور آنے والے دنوں میں صورتِ حال اور بہتر ہوتی نظر آ رہی ہے۔ مسلم لیگ (ق) کے رہنما حافظ عمار یاسر گزشتہ کئی ماہ سے انتہائی گمبھیر صورتحال اور مشکل ترین حالات میں ہر ممکن معاونت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام حضرات کو بہترین اجر سے نوازیں (آمین)۔ تمام مکاتبِ فکر کے رہنماؤں اور خدامِ ختم نبوّت سے درخواست ہے کہ دعائیں کرتے رہیں اور آئینی وقانونی اور عدالتی جدوجہد کو تیز تر کر دیں۔ آخر میں ہم اسلام آباد ہائی کورٹ کے جسٹس جناب شوکت عزیز صدیقی کے 27/ مارچ کے ریمارکس نقل کر رہے ہیں۔ پڑھیے، ان کو دعائیں دیجئے اور صورت حال پر نظر رکھیے!

اسلام آباد (خبر ایجنسیاں) اسلام آباد ہائیکورٹ نے سوشل میڈیا میں مقدس ہستیوں کی شان کی گستاخی کے معاملے پر امریکی سفیر کو دفتر خارجہ نہ طلب کرنے پر سخت برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم میں اتنی جرأت نہیں کہ جس ملک سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے، ہم اس کے سفیر کو دفتر خارجہ طلب کر کے احتجاج کریں، امریکا کسی پر بھی القاعدہ سے تعلق کا الزام عائد کر کے اسے کیلی فورنیا سے آپریٹ کر کے یہاں مار دیتا ہے، اس کے لیے کسی کو بھی مارنا وڈیو گیم ہے، لیکن سوشل میڈیا میں گستاخی کے معاملے پر ہم اس کے سفیر کو طلب نہیں کر سکتے، حکومت ہمت کرے اور امریکی سفیر کو دفتر خارجہ طلب کر کے کہے کہ وہ اپنے ملک میں بیٹھے سوشل میڈیا کے مالکان کو گستاخانہ مواد کو روکنے کا حکم دے۔ اسلام آباد ہائی کورٹ نے آئندہ سماعت پر اٹارنی جنرل آف پاکستان کو بھی طلب کر لیا جبکہ ایف آئی اے سے 5 لاپتہ بلاگرز کے متعلق رپورٹ طلب کر لی۔ جسٹس شوکت عزیز صدیقی نے دوران سماعت قرار دیا ہے کہ وفاقی وزارت داخلہ اور وفاقی وزارت اطلاعات کا کردار قابل تعریف ہے لیکن وفاقی وزارت آئی ٹی دو

نمبری کر رہی ہے، وفاقی وزارت آئی ٹی سارے معاملے میں تماشائی کا کردار ادا کرتی رہی۔ تفصیلات کے مطابق سوشل میڈیا میں کائنات کی مقدس ترین شخصیات کی بدترین گستاخی کے خلاف اسلام آباد ہائی کورٹ میں سلمان شاہد ایڈووکیٹ کی جانب سے دائر پٹیشن کی سماعت پیر کو ہوئی، اسلام آباد ہائی کورٹ کے جسٹس شوکت عزیز صدیقی نے پٹیشن کی سماعت کی، وفاقی سیکرٹری داخلہ عارف احمد خان چیئرمین پی ٹی اے ڈاکٹر سید اسماعیل شاہ، ڈپٹی ڈائریکٹر ایف آئی اے مظہر الحق کا کاخیل، ایڈیشنل سیکرٹری اطلاعات ناصر جمال اور دیگر عدالت میں پیش ہوئے۔ سماعت کا آغاز ہوا تو وفاقی سیکرٹری داخلہ نے عدالت کو بتایا کہ ''گزشتہ سماعت سے لے کر اب تک ایف آئی اے نے 3/افراد کو گرفتار کیا ہے۔ جن میں سے 2/افراد براہِ راست سوشل میڈیا میں مقدس ہستیوں کی شان میں گستاخی کے عمل میں ملوث ہیں، ان کے متعلق ڈائریکٹر ایف آئی اے تفصیلات عدالت کو بتائیں گے، اس کے علاوہ وفاقی وزیر داخلہ نے اس معاملے پر 27/اسلامی ممالک کے سفیروں کو دعوت دے کر انھیں حقائق سے آگاہ کیا ہے اور ان سے درخواست کی ہے کہ تمام اسلامی ممالک کو مل کر سوشل میڈیا میں ہونے والی گستاخی کے معاملے کو عالمی سطح پر اٹھانا چاہیے تاکہ انھیں احساس ہو کہ پوری امت مسلمہ کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ عدالت کے حکم پر ہم نے سوشل میڈیا میں گستاخی کے متعلق معاملے کی تحقیقات کے لیے جے آئی ٹی بھی قائم کر دی ہے جس کا پہلا اجلاس ہو چکا ہے، جہاں تک سوشل میڈیا میں گستاخانہ مواد کا تعلق ہے تو اس سے متعلق بھی ہم فیس بک سے مسلسل رابطے میں ہیں اور فیس بک ہمارے ساتھ تعاون کر رہا ہے، اس وقت کی صورتحال یہ ہے کہ فیس بک میں صرف 10 سے 15 فیصد گستاخانہ مواد موجود ہے جبکہ 85 فیصد گستاخانہ مواد ہٹایا جا چکا ہے۔ اس پر جسٹس شوکت عزیز صدیقی نے ریمارکس دیے کہ'' ڈائریکٹر ایف آئی اے کو ملزمان کی گرفتاری یا ان کے خلاف الزامات کے متعلق تفصیلات اس عدالت کو بتانے کی ضرورت نہیں، اب یہ عدالت تحقیقات کی نگرانی نہیں کرے گی، جس کے خلاف جو الزامات ہیں اس سے متعلق چالان تیار کر کے ٹرائل کورٹ میں پیش کیا جائے، ٹرائل کورٹ اب اس معاملے کو دیکھے گی، اس موقع پر جسٹس شوکت عزیز صدیقی نے وفاقی سیکرٹری داخلہ سے استفسار کیا کہ ''اگر سوشل میڈیا کے مالکان سوشل میڈیا میں پاکستان کے خلاف جنگ شروع کر دیں تو اس صورت میں آپ سوشل میڈیا کا کیا کریں گے؟ ہمارے کدھر ہیں آئی ٹی کے ماہرین؟ کہاں ہیں ہمارا ڈیفنس؟ کہاں ہیں وہ بڑے بڑے دعوے کرنے والے؟ آپ نے اسلامی ممالک کے سفیروں کو اعتماد میں لے کر بہت اچھا کیا ہے، ہم اس پر آپ کو بھرپور خراج تحسین پیش کرتے ہیں، لیکن جس ملک سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے اس کے سفیر کو تو احتجاج کے لیے بلانے کی ہم میں جرأت نہیں ہے، ہم میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ ہم اس ملک کے سفیر کو بلا کر کہیں کہ آپ کے ملک سے یہ کیا ہو رہا ہے، اسے روکو''۔ اس پر وفاقی سیکرٹری داخلہ نے جواب دیا کہ ہم نے واشنگٹن میں موجود اپنے سفیر کو کہا ہے کہ وہ اس معاملے پر امریکی حکام سے بات کریں۔ اس پر جسٹس شوکت عزیز صدیقی نے ریمارکس دیے کہ'' واشنگٹن بہت دور ہے عارف

خان صاحب! جو سفیر یہاں ڈپلومیٹک انکلیو میں بیٹھا ہوا ہے اسے آپ آواز دیں تو وہ وزارت خارجہ میں آ جائے گا، آپ ذرا ہمت تو کیجیے، آئی ٹی ایکسپرٹ احسن اقبال صاحب کہاں گئے ہیں؟ کدھر گئے ہیں وفاقی وزیر مذہبی امور؟ پوری حکومت نے سارا معاملہ وفاقی وزیر داخلہ چودھری نثار علی خان کے سر ڈالا ہوا ہے، چودھری نثار صاحب تو اپنی ذمہ داری پوری کر رہے ہیں، باقی لوگ کہاں ہیں؟ آئی ٹی کے ماہرین ہمیں بتائیں کہ سوشل میڈیا میں ان حملوں کے خلاف ہم فائر وال کیسے کھڑی کریں؟ انوشہ رحمان عدالت میں آ کر بتائیں کہ انھوں نے اس معاملے میں کیا کیا ہے کہ جنھیں یہ تکلیف ہے کہ سائبر کرائم ایکٹ میں ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے حوالے سے دفعات شامل کرنے کے لیے کوئی ترمیم نہیں ہونی چاہیے، یہ بھی ڈیفنس آف پاکستان کا مسئلہ ہے، اس کا حل مجھے سارے آ کر بتائیں'' جسٹس شوکت عزیز صدیقی نے مزید ریمارکس دیے کہ ''وفاقی سیکرٹری داخلہ، وفاقی سیکرٹری اطلاعات، ڈائریکٹر ایف آئی اے اور چیئر مین پی ٹی اے نے اس معاملے میں جو کردار ادا کیا ہے وہ انتہائی قابل تحسین ہے، مگر وفاقی وزارت آئی ٹی دو نمبری کر رہی ہے یہ بات میں صاف صاف بتا رہا ہوں، وہاں پر کچھ غلط قسم کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، سوشل میڈیا میں گستاخانہ پیجز تا حال چلنے کے متعلق ایک عالم دین کے اعتراض پر عدالت کو چیئر مین پی ٹی اے ڈاکٹر سید اسماعیل شاہ نے بتایا کہ ''ہم نے گستاخانہ پیجز کی نشاندہی کرنے کے لیے پی ٹی اے میں 25 افراد تعینات کیے ہیں۔

(روز نامہ ''اسلام'' لاہور، 28 مارچ 2017ء)

دو روزہ مرکزی تربیت گاہ، لاہور

مجلس احرار اسلام پاکستان کے تنظیمی و فکری اور تبلیغی و سیاسی کام کو مزید بہتر کرنے کے لیے **18,19**/ مارچ **2017**ء ہفتہ، اتوار کو ایوان احرار مسلم ٹاؤن لاہور میں دو روزہ تربیت گاہ کا انعقاد ہوا۔ جس میں علاقائی ذمہ داران نے بھرپور شرکت کی اور تربیتی نشستوں میں گہری دلچسپی کے اظہار کے ساتھ ساتھ مستقبل میں مجلس کے سیاسی و تبلیغی کردار کی ترقی کے لیے بہترین تجاویز پیش کیں۔ تمام امور کا تنقیدی و تعمیری جائزہ لیا گیا۔ اگلے مرحلے میں علاقائی تربیت گاہوں کا انعقاد کیا جائے گا (ان شاء اللہ)۔

مختلف تربیتی نشستوں میں مرکزی نائب امیر سید محمد کفیل بخاری، مرکزی ناظم اعلیٰ جناب عبد اللطیف خالد چیمہ، ممتاز ادیب و دانشور ڈاکٹر شاہد کاشمیری، مولانا تنویر الحسن اور ڈاکٹر محمد آصف نے لیکچرز دیے۔ تمام شرکاء کا بہت شکریہ، اللہ تعالیٰ انھیں جزاءِ خیر عطاء فرمائے۔ (آمین)

میاں محمد اویس

مرکزی ناظم نشر و اشاعت

آبروئے ما زنام مصطفیٰ است

اوریا مقبول جان

پاکستان کی عدلیہ میں اس فقرے کی گونج اس مملکت خداداد میں بسنے والے ان کروڑوں لوگوں کے جذبات کی عکاسی کرتی ہے جو گزشتہ ایک دہائی سے بھی زیادہ عرصے سے روز اپنی بے بسی پر ماتم کرتے، خون کے آنسو روتے تھے، ایسا تو دنیائے اسلام کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا تھا کہ ہر روز ایک گروہ جو خود کو سیکولر اور لبرل کہتا ہو وہ فیس بک، ٹوئٹر اور ویب سائٹس پر روزانہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی توہین کرے، سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے، سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ جملے لکھے، کارٹون بنائے، اہل بیت واطہار کے بارے میں ہرزہ سرائی کرے اور کوئی ان کا گریبان نہ تھامے، انھیں روکنے کی کوشش نہ کرے، ان پر نفرت انگیزی جیسے نرم قانون کے تحت بھی مقدمہ درج نہ ہو۔ سب سے زیادہ پریشان وہ لوگ تھے جو دن رات سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کی دنیا میں ان بدبختوں کا مقابلہ کرتے تھے۔ وہ ان لوگوں کو خوب جانتے تھے اور آج بھی انھیں علم ہے یہ غلاظت کون کون پھیلا رہا ہے۔ انھیں ڈھونڈنا آج کی دنیا میں کوئی مشکل کام ہے؟ کون کون ہے جو ان توہین آمیز پیجز کی پوسٹ پسند کرتا ہے، ان پر پسندیدگی کے کمنٹ کرتا ہے، انھیں آگے شیئر کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کی تعداد صرف ہزاروں میں ہے۔ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی دنیا میں اب گمنام رہنا ممکن ہی نہیں رہا۔ اب تو یہ ایک جاسوسی کا آلہ ہے جو ہر وقت ہر شخص کے ساتھ ہے۔ ہر شخص جو انٹرنیٹ استعمال کرتا ہے وہ جس ٹیلیفون، کمپیوٹر وغیرہ کو استعمال کرتا ہے وہ اس کی علامت اور نشانی بن جاتا ہے۔ اس نشانی سے اس شخص کو سات پردوں میں بھی ڈھونڈا جاسکتا ہے۔ یہ تمام فیس بک پیجز، ٹوئٹر اکاؤنٹس، ویب سائٹس اور دیگر ذرائع سوشل میڈیا چند ہزار لوگوں نے آگے بڑھائے ہیں اور ان کو پھیلایا ہے۔ ایسے لوگ پاکستان میں چند ہزار ہیں جن کا دفاع کرنے والے چند لوگ ہیں جو اچھل اچھل کر ان کا آزادیٔ اظہار کے نام پر دفاع کرتے رہے۔ یہی وہ عوامل ہیں کہ چند ہزار لوگ سیکولرازم اور لبرل ازم کے نام پر اٹھارہ کروڑ عوام کے جذبات سے روز کھیلتے تھے، جس کے نتیجے میں پاکستان کی معزز عدلیہ کے معزز ترین جج شوکت صدیقی نے تاریخی فقرہ ''لبرل ازم دہشتگردی سے زیادہ خطرناک ہے''۔ ایسا کیوں ہے اور جج صاحب نے ایسا کیوں کہا۔

آپ پاکستان میں موجود لبرل طبقے کی سوچ کے نمائندہ کسی انٹرنیٹ پیج، ویب سائٹ یا اکاؤنٹ میں چلے جائیں، آپ کو ان میں کہیں بھی یہ تصور نہیں ملے گا کہ وہ مجموعی طور پر مذہب مختلف مذاہب کے خلاف ہیں۔ وہ ہولی، دیوالی، کرسمس، ایسٹر، گوتم بدھ، کرشن، گورونانک کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ ہندومت میں موجود

ذات پات کے انسانیت دشمن تصور کے خلاف بھی گفتگو نہیں کریں گے۔ یہ صرف اور صرف اسلام، سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی قابلِ احترام شخصیات کے بارے میں ہرزہ سرائی کریں گے۔ یہ اپنے مضامین میں ذومعنی فقروں سے تشکیک پیدا کرتے ہیں، وجودِ خداوندی پر بحث کریں گے، الحاد کی جانب مائل کرنے کے لیے مشتعل بحث کا آغاز کرتے رہیں گے۔ پاکستان کے آئین کے بارے میں غلیظ اور گالیوں بھری گفتگو کریں گے۔ مولوی کو گالی وہ بلاگر دیں جو اپنے نام سے مضامین لکھتے ہیں۔ کسی پنڈت، پادری، یہودی، ربائی، سکھ مذہبی رہنما یا بدھ بھکشو پر تنقید نہیں کرتے۔ لیکن توہین کے لیے یہ لوگ بے نام چہروں اور پس پردہ رہ کر مسلسل گستاخانہ مواد انٹرنیٹ پر شائع کرتے رہتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے اپنا ایک ایسا منافقانہ چہرہ لے کر آئیں گے جیسے انھیں تو معلوم تک نہیں۔ لیکن اگر اسلام کے دفاع میں لکھے جانے والے مضامین، کسی ویڈیو وغیرہ پر ان افراد کے کمنٹ ملاحظہ کریں تو یہ لوگ ٹھیک وہی زبان بول رہے ہوتے ہیں جو توہین آمیز پیجز میں بولی جاتی ہے۔ یہ اگر کسی شخص کے ساتھ چیٹ پر بحث کر رہے ہوں تو ایک دم اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مقدس ہستیوں کی توہین میں وہی جملے کہیں گے جو ان پیجز پر موجود ہیں۔ معزز جج شوکت صدیقی صاحب نے وزارت داخلہ کو یہ حکم دیا ہے کہ ان لوگوں کا پتہ چلا کر ان کا نام ای سی ایل پر ڈالا جائے۔ صرف ایک اعلان کافی ہے وزارت داخلہ کی جانب سے کہ ایسی تمام چیٹ یا کمنٹ محفوظ کر کے انھیں بھجوائے جائیں جو توہین آمیز پیجز کی زبان بولتے تھے۔ ان تمام لوگوں کے اکاؤنٹس دیکھے جائیں جو ان پیجز کی پوسٹیں شیئر کرتے رہے۔ آپ کو وہ چند درجن لوگ مل جائیں گے جو اس ملک میں یہ دہشتگردی پھیلا رہے ہیں۔ اس ضمن میں انٹرنیٹ کی دنیا کے ایسے کئی ماہرین ہیں جنھیں چیتے کہا جاتا ہے جو اس سسٹم کی تہہ تک پہنچ کر اصل گستاخ کو باہر لا سکتے ہیں۔ پی ٹی اے ان تک اپنے سسٹم کی رسائی دے۔ ان کی خدمات حاصل کرے، یہ بزدل صرف چند گھنٹوں میں غائب ہو جائیں گے یا پکڑے جائیں گے۔

پاکستان کی تاریخ میں جناب جسٹس شوکت صدیقی پاکستانی قوم کی گزشتہ ایک دہائی کی خاموشی کا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں کفارہ ادا کر رہے ہیں۔ جبکہ بقول اقبال ان کے مخالف قوتیں بھی سرگرم ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز   چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

گزشتہ دنوں جب انھوں نے ویلنٹائن ڈے کے مخالف فیصلہ دیا تو کہا گیا کہ جج صاحب کو کسی مسجد کا خطیب ہونا چاہیے انھیں شاید علم ہی نہیں کہ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام عدالتی فیصلے مسجد میں ہی ہوا کرتے تھے۔ جس دن سے عدالت مسجد کے دروازے سے باہر نکلی ہے پورا معاشرہ اس کا دکھ سہہ رہا ہے۔ معزز جج جناب شوکت صدیقی ان سب لوگوں کو کھٹکتے ہیں جو اس ملک میں انصاف کی بالادستی نہیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ میں ان سے متعارف اس وقت ہوا جب میں

نے ان کا سول سروس کی پروموشن کے بارے میں فیصلہ پڑھا۔ یہی فیصلہ تھا جس نے بیوروکریسی کو پہلی دفعہ بے نقاب کیا۔ اس کے بعد تو ایک سے ایک فیصلہ ایسا تھا۔ بڑے بڑے ایوانوں میں لرزہ طاری ہونے لگا۔ عمران کے دھرنے کے وقت شہر کو بند کرنے سے روکنا، ایک طاقتور شخص کو منی لانڈرنگ کے معاملے میں جوابدہ کرنا، پرویز مشرف کے بارے میں فیصلے، فورتھ شیڈول میں عام امام مسجدوں اور مؤذنوں کو ہراساں کرنے سے روکنا، ایسے کئی سو فیصلے ان کی عزت وتوقیر کا باعث ہیں۔ ایسے جج کہاں برداشت ہوتا ہے۔ سی ڈی اے کے ایک ملازم سے درخواست لکھوا کر ان کے خلاف وکلاء کا ایک طبقہ سپریم جوڈیشل کونسل جا پہنچا۔ آرٹیکل ۲۰۹ کے تحت کسی بھی جج کے خلاف یہاں کارروائی ہوتی ہے۔ لیکن سپریم کورٹ نے اپنے رولز کے تحت اسے خفیہ رکھا ہے۔ حق گوئی و بے باکی جن لوگوں کا شعار ہو، ان کے ہاں خوف پھٹک نہیں سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ کارروائی خفیہ اس لیے رکھی جاتی ہے کہ جج کی عزت وناموس بہت پیاری ہے۔ کیا جج وہاں ایک ملزم کے طور پر پیش نہیں ہوتا، تو پھر اسے استثناء کس لیے۔ آئین کے تحت تو سب برابر ہیں اور اس پاکستان کے معزز جج نے کہا ہے کہ مجھ پر مقدمہ چلانا ہے تو کھلی عدالت میں چلاؤ، یہ آئین کے آرٹیکل 10A کے تحت میرا بنیادی حق ہے۔ آئین تو حق تسلیم کرتا ہے۔ لیکن شوکت صدیقی صاحب تو ایک مسلمان کی حیثیت سے وہ مثال قائم کرنا چاہتے ہیں جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں تھی۔ خود کو سرِ عام احتساب کے لیے پیش کرنا۔ کیا قرآن، سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث یا اسلامی فقہ میں جج کو کوئی استثناء حاصل ہے؟ ہرگز نہیں۔ ان کو بند کمرے میں مقدمہ چلانے والے صرف ایک مقصد حاصل کرنا چاہتے ہین کہ وہاں اگر کیس ثابت نہ ہو تو باہر آ کر یہ تبصرے کیے جائیں کہ عدلیہ نے اپنے ساتھی کو بچا لیا اور عام آدمی تک کو کارروائی کی معلومات نہیں پہنچیں گی۔ اس لیے جسے چاہا، جیسے چاہا گمراہ کرلیا۔ شوکت صدیقی صاحب خود کو کھلی عدالت میں پیش کر کے ایک ایسا دروازہ کھول رہے ہیں جس سے عدلیہ کا وقار برآمد ہوگا۔ کوئی بد دیانت جج استعفے دے کر کارروائی سے بچ کر تمام مراعات حاصل نہیں کر سکے گا اور کوئی دیانت دار جج وکیلوں کے گروہوں سے بلیک میل نہیں ہوگا۔ یہ جرأت و بے باکی شوکت صدیقی پر سید الانبیاء سے محبت کا انعام ہے۔

در دل مسلم مقامِ مصطفیٰ است　　　آبروئے ماز نام مصطفیٰ است

نوٹ میرے چند کرم فرماؤں نے میری ایک ویب سائٹ مرتب کی ہے جس کا ایڈریس یہ ہے ORYA.PK آپ کی آراء اور تجاویز کا انتظار رہے۔

(مطبوعہ: روزنامہ ''ایکسپریس'' ملتان، 10 مارچ 2017ء)

علامہ اقبالؒ کا فلسفۂ عشق

پروفیسر خالد شبیر احمد

کبھی کبھی عالمِ خیال میں علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہو جاتی ہے تو کئی دنوں تک دل و دماغ ایک عجیب کیفیت سے سرشار رہتے ہیں۔ ان تصوراتی ملاقاتوں کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ یہ سوال و جواب پر مبنی ہوتی ہیں۔ حضرت اقبال سے مکالمہ اپنی جگہ خیال و خواب کی بات سہی مگر کئی سوال جو صرف انھی کی ذات سے منسوب ہیں ان کے جواب ضرور مل جاتے ہیں۔ اسی نوعیت کی ایک تازہ ملاقات میں علامہ اقبال سے مکالمہ ہوا تو عرض کیا:

آپ کو شاعر مشرق کیوں کہتے ہیں؟

جواب میں فرمایا:

''میں نے تو کسی کو یہ نہیں کہا تھا کہ آپ مجھے شاعر مشرق کہیں۔ اگر لوگ مجھے شاعرِ مشرق کہتے ہیں تو اس میں عزت افزائی کے یہ لفظ اس لیے قبول کر لیتا ہوں کہ آفتاب ختم نبوت بھی مشرق سے طلوع ہوا تھا۔ اور میرے افکار کا مرکز اور محور بھی اللہ کی آخری کتاب آخری رسول ہیں اور جہاں تک میرے شاعر ہونے کا معاملہ ہے تو یہ بات واضح ہے کہ صرف شاعری میرا مقصد ہرگز نہیں ہے۔ ہاں حصول مقصد کا ذریعہ ضرور ہے۔ کیا تم نے میرا وہ خط نہیں پڑھا جو میں نے علامہ سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ کو تحریر کیا تھا۔ اس خط میں اعتراف کرتے ہوئے لکھا تھا کہ میں نے کبھی اپنے آپ کو شاعر نہیں سمجھا۔ اس میدان میں کوئی میرا رقیب نہیں ہے اور نہ ہی میں کسی کو اپنا رقیب سمجھتا ہوں۔ شاعری سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔ ہاں مقاصد خاص رکھتا ہوں جس کے لیے شاعری کو اختیار کیا ہے کہ شاعری اظہار کا حسین ترین ذریعہ ہے۔ شدت احساس صرف شعروں میں ہی بیان کی جا سکتی ہے کہ جس طرح اشعار کے ذریعے بات یا بیان مؤثر بنایا جا سکتا ہے تحریر کے ذریعے نہیں۔ میرے اس خیال کا ترجمان میرا ہی ایک شعر ہے۔

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ است سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

میرا دوسرا سوال تھا کہ آپ کے فکر کی بنیاد کیا ہے؟

جواب ملا ''میرے فکر کی بنیاد عشق ہے'' میں نے ایک اور سوال کر دیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ عقل کے خلاف ہیں۔ اس بارے آپ کیا ارشاد فرمائیں گے؟ علامہ نے قدرے حیرت سے مجھے دیکھا اور معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا:

''آپ سے کس نے کہا ہے کہ میں عقل کے خلاف ہوں''

عرض کیا کہ میں نے کئی محفلوں میں عہد حاضر کے دانش وروں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اقبال نے کئی اشعار عقل کی مذمت میں کہے ہیں۔ پھر میں نے ان کے جواب میں کہا کہ اقبال جیسا عظیم مفکر اور مدبر عقل کے خلاف کیسے ہوسکتا ہے؟ لیکن آپ کے نقاد بضد ہیں کہ انھیں اپنی بات پر اصرار ہے۔

علامہ اقبال اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے ہوئے گویا ہوئے

''میں نے تو وہ بات اپنے اشعار میں صرف عقل مند لوگوں کے لیے ہی کہی تھی، ان شعروں کا مقصد تو فقط عقل پر عشق کی فضیلت کو ثابت کرنا تھا جو میرے افکار کی بنیاد ہے۔ اس سے یہ تأثر کہاں ملتا ہے کہ میں عقل کی اہمیت اور اس کی فضیلت کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتا۔ عقل کے بغیر تو جذبۂ عشق تک پہنچا ہی نہیں جا سکتا۔ عقل سے ہی تو عشق کی راہیں تلاش کی جاتی ہیں۔ پھر وہ چیز جو ذریعۂ عشق کے لیے ضروری ہے اس کی مخالفت کیا معنی؟ بحث صرف اتنی ہے کہ آدمی عقل کی بھول بھلیوں میں گم ہو کر رہ نہ جائے۔ بلکہ اس عقل سے کام لے کر جذبۂ عشق اختیار کرے کہ عشق کے بغیر کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دیا جاسکتا۔

دیکھو میرا یہ شعر اس کی وضاحت کرتا ہے۔

وہ پرانے چاک جن کو عقل سی سکتی نہیں
عشق سیتا ہے انہیں بے سوزن و تارِ رفو

میں نے صرف یہ بات کہی ہے کہ جو مقام عشق کا ہے عقل کا نہیں۔ عقل عشق تک پہنچنے کی راہ ہے۔ کچھ کر گزرنے والوں کی منزل نہیں ہے۔ ان کی منزل تو عشق ہی ہے۔ اب وہ عقل مند جو راہ کو ہی منزل سمجھ بیٹھے ہیں ان کا منزل تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ عقل منزل کا پتہ تو ضرور دیتی ہے مگر خود منزل نہیں۔ یعنی آپ عقل کو چراغ راہ تو کہہ سکتے ہیں، جیسے کہ میرا یہ شعر اس کی وضاحت کرتا ہے۔

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

علامہ فرما رہے تھے کہ میری تمام شاعری حرکت و عمل کی شاعری ہے جس کا مرکز و محور جذبۂ عشق و جنون ہے اور میری شاعری کا مقصد بھی نسل نو میں یہی جذبۂ عشق پیدا کرنا ہے۔ کیونکہ میرے خیال کے مطابق اہل عشق و جنوں ہی قومی زندگی میں کارہائے نمایاں سرنجام دیتے ہیں۔ عقل سوچ پر آمادہ کرتی اور عشق عمل پر، محض سوچ تو کچھ نہیں ہے۔ کون سا مسئلہ عمل کے بغیر حل ہوسکتا ہے۔ آپ اگر فضول بحث میں پڑ جائیں تو میرا اس میں کیا قصور ہے۔ اسی لیے تو میں نے کہا تھا۔

حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے
ورائے عقل ہیں اہل جنوں کی تدبیریں

ماحول اور معاشرے سے ہٹ کر بات کی جائے تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ میں نے تو اس جذبۂ عشق کو موضوع سخن بنایا ہے۔ جسے دریا راہ دیتے ہیں، جس کے سامنے پہاڑ سرنگوں ہوجاتے ہیں، وسعتیں سمٹ کر ایک نکتہ میں مرکوز و مجتمع ہوجاتی ہیں اور دنیا کی گردش رک جاتی ہے۔ عشق ہی وہ جذبہ ہے جس سے زندگی سرگرم کار ہوتی اور کائنات کے رخ پر رعنائی آجاتی ہے۔ عشق سے مراد وہ جوش و وجدان ہے جو ایک قدرتی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے تانے بانے سے ذات اپنی قبائے صفات بناتی ہے اور جس کی بدولت انسان تکمیل ذات کے لیے ہر قسم کے موانع پر قابو پاتا ہے۔ یہ جذبۂ عشق ایک خاص قسم کا انہماک مستی اور جذبِ کلّی ہے۔

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم — عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوزِ دم بدم

آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق — شاخِ گل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کا نم

حضرت اقبال کی زبان سے عشق کے مفہوم وتشریح پر مبنی جملے سماعت میں اتر رہے تھے کہ دفعتاً میرے ذہن میں اپنے معاشرے کی تصویر گھوم گئی۔ میری سوچوں کا رخ تبدیل ہوا اور اپنے گردو پیش کے احوال سوالیہ نشان بن کر سامنے آگئے۔ میں سوچنے لگا کہ ہمارے زاویۂ فکر ونظر کیوں بگڑ گئے۔ تعلیم وتعلم کے حوالے، مذہب وسیاست کے اصول کیسے ہیئت ہوگئے۔ آتشِ عشق کیسے برفاب ہوگئی؟ جس کا ذکر اقبال کر رہے ہیں۔ میں چشم تصور سے جدوجہد آزادی کے مناظر دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ عشق کا یہ مقصود ومفہوم کیوں مفقود ہو کے رہ گیا ہے۔ میرے سامنے تحریک آزادیٔ ہند کے وہ ہیرو اور آزادی پاک وہند کی پوری تحریک وہی تصویر پیش کر رہی تھی جسے علامہ اقبال بیان کر رہے تھے۔ میں چشم تصور سے دیکھ رہا تھا کہ سات دہائیاں بیت گئیں لیکن مصور پاکستان علامہ اقبال کے ان خیالات کے برعکس پاکستان کے ارباب اختیار اگرچہ حکمرانی کا تاج اپنے سر پر سجائے پھرتے ہیں لیکن ان کے دل ودماغ ایسے جذبات عشق سے خالی ہیں جن کی بدولت قوموں کے مسائل حل ہوتے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ قوم ایسی مرض کا شکار ہوچکی ہے جسے سوائے نسخۂ عشق شفا نہیں ہوسکتی۔ اقبال نے تو عشق کے مفہوم ومقاصد سے قوم کو آشنا کرنے کی کوشش کی لیکن قوم کے رہنما عقل اور عقل کی دلیلوں کی بھول بھلیوں میں اس قدر پھنس کے رہ گئے ہیں کہ انھیں کچھ سوجھتا ہی نہیں ہے کہ کیا کریں؟

صورت حال یہ ہے کہ اب مسائل کے لیے نشستند، گفتند، برخاستند کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ پورا معاشرہ مایوس اور متفکر ہے کہ اگر حالات اسی طرح آگے بڑھتے رہے تو مستقبل کیا ہوگا؟ جبکہ اقبال کا ایک صدی پہلے بھی یہ خیال تھا، شدید احساس بھی تھا کہ قومیں عشق کے جذبے سے سرشار ہو کر ہی کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوتی ہیں ورنہ غلامی کی زد میں آکر اپنا سب کچھ برباد کرلیتی ہیں۔ ہم نے ایک طویل جدوجہد اور بے

مثال قربانیوں کے بعد برطانوی استعمار کی غلامی سے آزادی حاصل کی تھی لیکن غلامی کی عادت نہ گئی اور نتیجہ سامنے ہے کہ برطانوی غلامی کے بعد ہم اب امریکہ کی غلامی میں پھنس چکے ہیں۔ جبکہ تاریخی حقیقت یہ ہے کہ غلامی میں پھنسی ہوئی قومیں اپنی تہذیب وتمدن، اپنی روایات، اپنی ثقافت اور دینی اقدار سے بھی ہاتھ دھوبیٹھی ہیں۔ غلامی ایک ایسا روگ ہے کہ اگر لگ جائے تو دماغ، دل اور ہاتھ پاؤں شل ہوجاتے ہیں۔ اعتماد کی دولت ہاتھ سے نکل جاتی ہے اور عقل وشعور ابہام کا شکار ہوجاتے۔ یہی بات علامہ اقبال نے دورِغلامی کہی تھی۔

از غلامی دل بمیرد در بدن از غلامی روح گرد و بار تن
از غلامی ضعفِ پیری در شباب از غلامی شیر غاب افگندہ ناب
از غلامی بزم ملت فرد فرد ایں و آں بایں واں اندر نبرد
از غلامی مرد حق زنار بند از غلامی گوہرش نا ارجمند

میں اپنے خیالوں میں افکار اقبال میں محو تھا کہ دفعتاً علامہ اقبال نے مجھے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:

''قوموں کے عروج وزوال کی پوری داستاں میرے سامنے ہے۔ جس کی روشنی میں میں نے تحقیق کے بعد حالات ومشکلات پر قابو پانے کے لیے جذبۂ عشق اختیار کرنے کی تلقین کی تھی تاکہ مسلمانوں کے اندر عشق کی آگ جلتی رہے جس کے بغیر مسلمان ایک راکھ کے ڈھیر کے سوا اور کچھ نہیں''

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

میں نے کہا حضرت یہ تو دنیاوی ترقی ومنزلت کی بات ہے آپ نے تو عشق کو دین کی بنیاد بھی قرار دے دیا۔ کیا آپ نے یہ نہیں کہا کہ دین سے جذبۂ عشق جدا کر دیا جائے تو دین کی پوری عمارت ڈھے جاتی ہے۔ عشق کے بغیر پورا دین بت کدۂ تصورات ہے میں نے انھیں ان کا یہ شعر سنایا۔

عقل و دل ونگاہ کا مرشد اوّلین ہے عشق عشق نہ ہو تو شرع و دیں بت کدۂ تصورات

اقبال نے کہا کہ میرے نزدیک ایمان کا جز واوّل یقین وعشق ہے، دین کی بنیاد عقل نہیں ہے بلکہ عشق ہے، کیونکہ ایمان دعویٰ ہے اور عمل اس کی دلیل ہے۔ دلیل کے بغیر دعویٰ خارج از بحث ہوجاتا ہے اور عمل کا محرک بھی عشق ہے۔ مسلمان کا سینہ جب تک نورِعشق سے منور نہیں ہوتا اس وقت تک مسلمان مؤمن کہلانے کا سرے سے حق دار ہی نہیں ہے۔ عقیدے کی اہمیت اپنی جگہ مگر محض عقیدہ تو اس تقاضے کو پورا نہیں کرتا جو دین کا خالق دین والوں سے کرتا ہے۔ عمل سے ہی آپ نے ثابت کرنا ہے کہ آپ ایک خاص عقیدے کے پیروکار ہیں۔ صرف زبانی اقرار عقیدہ جس کے حق میں عمل نہ

پیش کیا جائے منافقت کی طرف لے جا سکتا ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

زباں سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل　　　دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

میں چشم تصور سے دیکھ رہا تھا کہ علامہ اقبال مجھ سے ہمکلام ہیں اور ان کی باتوں کو غور سے سن رہا تھا اور دل کی گہرائی میں سمیٹ بھی رہا تھا۔ ان کے چہرے پر نظریں جمائے ایک ایسی کیفیت جس میں دل کی شادمانی اپنے عروج پر تھی۔ علامہ اقبال کہہ رہے تھے

''مومن کی زندگی میں ہر لمحہ اور ہر قدم کے پیچھے جذبۂ عشق ہوتا ہے۔ مومن کا بازو قوت عشق سے قوی اور اس کی زندگی جذبۂ عشق کے نور سے پرنور ہوتی ہے، حتیٰ کہ اس کی موت کمال عشق سے دوبارہ زندگی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اگر عشق کو کبھی موت نہیں ہے تو کہنا پڑتا ہے کہ صاحب عشق کو بھی حیاتِ جاوید اور بقائے دوام حاصل ہے۔ آج بلال حبشی رضی اللہ عنہ زندہ ہیں تو محض اپنی ادائے عشق سے، جو انھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے تھا۔ ایسے لوگوں کو موت چھو نہیں سکتی اور فنا ان کے پاس سے بھی نہیں گزرتی۔ جذبۂ عشق وجنوں سے وہ سرشار ہو جاتے ہیں اور موت کے بعد بھی ایسے لوگ زندہ رہتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی عشق کی بھٹی سے کندن بن کے نکلے اور قیامت تک کے لیے زندہ ہو گئے۔

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ　　　عشق ہے اصلِ حیات موت ہے جس پر حرام

صحابہ کرام کے دل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معبود برحق اللہ تعالیٰ کی ذات پر لازوال یقین پیدا کر دیا تھا اور یہی عشق انھیں قیامت تک کے لیے زندہ کر گیا۔ اسی عشق سے سرشار ہو کر دنیا کو انھوں نے ولولۂ تازہ عطا کیا اور ایسا انقلاب برپا کیا کہ جس پر آج بھی نوع انسانی فخر سے اپنا سر اونچا کر لیتی ہے۔ صدق صدیق رضی اللہ عنہ ہو کہ عدالت عمر رضی اللہ عنہ، سخاوت عثمان رضی اللہ عنہ ہو کہ شجاعت علی رضی اللہ عنہ، تدبر حسن رضی اللہ عنہ ہو کہ سیاستِ معاویہ رضی اللہ عنہ، سب داستان عشق کے مختلف باب ہیں جو قرطاس دہر پر موتیوں کی طرح سجے ہوئے ہیں اور آسمان انسانیت پر قیامت تک چمکتے دمکتے رہیں گے۔ آنے والوں نسلوں کو اپنی منزل کا پتا دیتے رہیں گے''۔

صدقِ خلیل بھی ہے عشق صبرِ حسین بھی ہے عشق　　　معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

علامہ اقبال کہے جا رہے تھے اور میں بڑے غور سے سن رہا تھا۔ علامہ فرما رہے تھے ''یہ تو ان لوگوں کا تذکرہ ہے جن کے ایمانوں کو جذبۂ عشق نے چار چاند لگا دیے تھے، دوسری طرف کفار کی حالت یہ تھی کہ وہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو عقل کے ترازو پہ تولتے تھے۔ کہتے تھے کہ ہمیں یہ شخص ان دیکھے اللہ کی طرف بلاتا ہے۔ فرشتوں کی

بات کرتا ہے۔ جنت و دوزخ کی داستانیں سناتا ہے۔ مرنے کے بعد زندہ ہونے کو جزو ایمان قرار دیتا ہے اور یہ سب باتیں ایسی باتیں ہیں جو عقل کے معیار پر پوری نہیں اترتیں۔ ایسے عقلمندوں میں ابولہب بھی تھا جو عقل پرستی میں اس قدر آگے بڑھا کہ اس کا شمار کفر کے بدترین سرکش سالاروں میں ہوا۔ انھی بدبخت سرکشوں کی مثال دے کر میں نے کہا تھا۔

تازہ میرے وجود میں معرکۂ کہن ہوا　　　　عشق تمام مصطفیٰ عقل تمام بولہب

اقبال کی گفتگو نے میرے خیال کا رخ آزادیٔ ہند کے ہر ایک رہنما کی طرف دوڑ دیا۔ ہر ایک شہادت گاہ پر میں اپنی عقیدتوں کے پھول نچھاور کرتا، ماضی کے دھندلکوں میں روپوش ایک ایسی دنیا میں گم ہوگیا جو اہل خرد کی نہیں اہل عشق کی دنیا تھی۔ جس میں مجھے نواب سراج الدولہ، سلطان ٹیپو شہید، سید احمد شہید، شاہ اسماعیل شہید، جنرل، جنرل احمد، بہادر شاہ ظفر، شیخ الہند محمود حسن، سید حسین احمد مدنی، ابوالکلام آزاد، مولانا حسرت موہانی، امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری، مولانا ظفر علی خان، مفکر احرار چودھری افضل حق، ضیغم احرار شیخ حسام الدین، مولانا محمد گل شیر شہید رحمہم اللہ اور ان جیسے کئی اور اہل عشق و اہل خرد کے فہم و شعور پر آنسو بہاتے نظر آئے۔ ایسے تمام لوگ میری نظر میں ایک ایک کر کے آنے لگے جنھوں نے اس ملک کی آزادی کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دی۔ ہر مشکل سے دیوانہ وار ٹکرا گئے لیکن اپنے مؤقف سے دستبردار نہ ہوئے۔ ایسے لوگوں کے تصور سے فضا خوش کن، دل و دماغ روشن، روح معطر ہو رہی تھی۔ مجھے ہر شے پر مسرت و انبساط رقص کرتی نظر آئی۔ انھی دل آویز تصورات میں کھویا ہوا تھا کہ علامہ اقبال نے مجھے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا:

''حقیقت تو یہ ہے کہ جن لوگوں کو اپنے مؤقف کی صداقت پر لازوال یقین ہوتا ہے وہ پوری دنیا سے لڑ جاتے ہیں اور غلط مؤقف کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ جس طرح دورِ غلامی میں حریت پسند قبیلے نے کر دیا تھا۔ یاد رکھنا جماعتیں، تحریکیں اور شخصیتیں ہوتی ہی اس لیے ہیں کہ بوقت ضرورت مشن اور موقف پر قربان کر دی جائیں۔ جو لوگ اپنے مشن اور مؤقف کو قربان کر کے شخصیتیں بچا لیتے ہیں وہ جنون و عشق کے نہیں عقل و خرد کے تابع ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے اردگرد عقل و خرد کے تانے بانے اس طرح بنتے ہیں کہ خود انھی میں الجھ کے رہ جاتے ہیں، جبکہ اہل جنوں اور اہل عشق یہ کہہ کے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

لکھتے رہے جنوں کی حکایاتِ خونچکاں　　　　ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

معارف الحدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

لباس کے احکام وآداب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے اور کھانے پینے وغیرہ زندگی کے سارے معمولات کے بارے میں احکام وآداب کی تعلیم دی اور بتلایا کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، یہ صحیح ہے اور یہ غلط یہ مناسب ہے اور یہ نامناسب اسی طرح لباس اور کپڑے کے استعمال کے بارے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح ہدایات دیں۔

اس باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وہدایات کی اساس وبنیاد سورہ اعراف کی یہ آیت ہے:

يٰبَنِي آدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيشاً وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ

(الاعراف۔ع ۳)

ترجمہ: اے فرزندانِ آدم ہم نے تم کو پہننے کے کپڑے عطا کیے جن سے تمہاری ستر پوشی ہو اور تجمل وآرائش کا سامان اور تقویٰ والا لباس تو سراسر خیر اور بھلائی ہے۔

اس آیت میں لباس کے دو خاص فائدے ذکر کیے گئے ہیں۔ ایک ستر پوشی یعنی انسانی جسم کے ان حصوں کو چھپانا جن پر غیروں کی نظر نہیں پڑنی چاہیے اور دوسرے زینت وآرائش یعنی یہ کہ دیکھنے میں آدمی بھلا اور آراستہ معلوم ہو اور جانوروں کی طرح ننگ دھڑنگ نہ پھرے۔

آخر میں فرمایا گیا ہے ''وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ'' یعنی اللہ کے نزدیک اور فی الحقیقت وہ لباس اچھا ہے اور سراسر خیر ہے جو خدا ترسی اور پرہیزگاری کے اصول سے مطابقت رکھتا ہو اس میں اللہ کی ہدایت اور اس کے احکام کی خلاف ورزی نہ کی گئی ہو، بلکہ اس کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق ہو۔ ایسا ہر لباس بلاشبہ سراسر خیر ونعمت اور شکر کے ساتھ اس کا استعمال قربِ الٰہی کا وسیلہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سلسلہ کے ارشادات اور ذاتی معمولات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس باب کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا بنیادی نقطہ یہی ہے کہ لباس ایسا ہو جس سے ستر پوشی کا مقصد حاصل ہو اور دیکھنے میں آدمی باجمال اور باوقار معلوم ہو۔ نہ تو ایسا ناقص ہو کہ ستر پوشی کا مقصد ہی پورا نہ ہو اور نہ ہی ایسا گندہ یا بے تکا ہو کہ بجائے زیب وزینت کے آدمی کی صورت بگاڑ دے اور دیکھنے والوں کے دلوں میں تنفر وتوحش

پیدا ہو اسی طرح یہ کہ آرائش وزیبائش کے لیے افراط اور بے جا اسراف بھی نہ ہو، علیٰ ہذا شان وشوکت کی نمائش اور برتری کا اظہار وتفاخر بھی مقصود نہ ہو، جو مقام عبدیت کے بالکل ہی خلاف ہے، اسی طرح یہ کہ مرد ریشمی کپڑا استعمال نہ کریں، یہ سونے چاندی کے زیورات کی طرح عورتوں کے لیے مخصوص ہے اور یہ کہ مرد خاص عورتوں والا لباس پہن کر نسوانی صورت نہ بنائیں اور عورتیں مردوں والے مخصوص کپڑے پہن کر اپنی نسوانی فطرت پر ظلم نہ کریں۔

اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ جن بندوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو انھیں چاہیے کہ اس طرح رہیں اور ایسا لباس پہنیں جس سے محسوس ہو کہ ان پر ان کے رب کا فضل ہے۔ یہ شکر کا ایک شعبہ ہے لیکن بے جا تکلف واسراف سے پرہیز کریں، اسی کے ساتھ اس کا بھی لحاظ رہے کہ غریب ونادار بندوں کی دل شکنی اور ان کے مقابلہ میں تفوق وبالاتری کی نمائش نہ ہو۔ نیز یہ کہ ہر لباس کو اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ سمجھیں اور اس کے شکر کے ساتھ استعمال کریں۔ بلاشبہ ان احکام وہدایات کی تعمیل کے ساتھ ہر لباس کا استعمال ایک طرح کی عبادت اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ ہوگا۔

اس تمہید کے بعد اس سلسلہ کی حدیثیں درج ذیل ہیں۔

لباس نعمتِ خداوندی اور اس کا مقصد:

عَنْ اَبِیْ مَطَرٍ اَنَّ عَلِیًا اِشْتَرٰی ثُوبًا بثلة دَرَا هِم فَلَمَّا لَبِسَهٗ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَزَ قَنِی مِنَ الرِّیَاشِ مَا اَتَجَمَّلُ بِهٖ فِی النَّاسِ وَاُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ ثُمَّ قَالَ هٰکَذَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰه علیه وَسَلَّم عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ. (رواہ احمد)

ترجمہ: ابومطر تابعی سے روایت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تین درہم میں ایک کپڑا خریدا اور جب اسے پہنا تو کہا: حمد وشکر ہے اس اللہ کے لیے جس نے مجھے یہ لباس زینت عطا فرمایا جس سے میں لوگوں میں آرائش حاصل کرتا ہوں اور اپنی ستر پوشی کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ (کپڑا پہن کر) اسی طرح ان ہی الفاظ میں اللہ کی حمد وشکر کرتے تھے۔ (مسند احمد)

تشریح: جامع ترمذی میں قریب قریب اسی مضمون کی حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے ان دونوں حدیثوں سے اور ان کے علاوہ بھی متعدد احادیث سے معلوم ہوا کہ لباس اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اس کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کا اصل مقصد ستر پوشی اور تجمل وآرائش ہے۔

بے پردہ اور بے ڈھنگے لباس کی ممانعت:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَاکُلَ الرَّ جُلُ بِشِمَالِهٖ اَوْاَنْ یَمْشِیَ

فِیْ نِعْلٍ وَاحِدَۃٍ وَاَنْ یَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ اَوْیَحْتَبِیَ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ کَاشِفًا عَنْ فَرْجِہٖ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ آدمی بائیں ہاتھ سے کھائے، یا صرف ایک پاؤں میں جوتی پہن کر چلے اوراس سے بھی منع فرمایا کہ آدمی صرف ایک چادر اپنے اوپر لپیٹ کر ہر طرف سے بند ہوجائے یا ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھے اس طرح کہ اس کا ستر کھلا ہو۔ (صحیح مسلم)

تشریح: عربوں میں کپڑوں کے استعمال کے بعض طریقے رائج تھے اوران کے لیے ان کی زبان میں بعض مخصوص الفاظ تھے، مثلاً ایک طریقہ یہ تھا کہ سارے جسم پر ایک چادر اس طرح لپیٹ لی کہ ہر طرف سے بند ہوگئے اوراس طرح بندھ گئے کہ ہاتھ بھی باہر نہیں نکل سکتا۔ اس کو اِشْتِمَالِ صَمَّاء کہا جاتا تھا۔ اس حدیث میں اس سے ممانعت فرمائی گئی ہے کیونکہ یہ ایک بے ڈھنگا طریقہ ہے اور آدمی اس میں ہر طرف سے بندھ جاتا ہے اور مثلاً ایک طریقہ یہ تھا کہ آدمی سرین زمین پر رکھ کے اور گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھ جاتا اور بس ایک کپڑا اپنی کمر اور پنڈلیوں پر لپیٹ لیتا، اس میں ستر پوشی بھی نہ ہوتی (کیونکہ حصہ اسفل کھلا رہ جاتا) اس احتباء کہتے تھے، اس سے بھی اس حدیث میں ممانعت فرمائی گئی ہے۔ اسی طرح صرف ایک پاؤں میں جوتی پہن کر چلنے سے بھی ممانعت فرمائی گئی ہے، کیونکہ یہ بھی وقار کے خلاف اور بے ڈھنگے پن کی علامت ہے ہاں اگر کسی عذر کی وجہ سے ہوتو ظاہر ہے کہ وہ معذور ہوگا۔

عورتوں کے لیے زیادہ باریک لباس کی ممانعت:

عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ دَخَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْھَا ثِیَابٌ رِقَاقٌ فَاَعْرَضَ عَنْھَا وَ قَالَ یَااَسماء اِنَّ الْمَرْأَۃَ اِذَابَلَغَتِ الْمَحِیْضَ لَنْ یَصْلُحَ اَنْ یُرٰی مِنْھَا اِلَّا ھٰذَا وَاَشارَ اِلٰی وَجْھِہٖ وَ کَفَّیْہِ. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (میری بہن) اسماء بنت ابی بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور وہ باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہا کہ: اے اسماء عورت جب بلوغ کو پہنچ جائے تو درست نہیں کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے سوائے چہرے اور ہاتھوں کے۔

(سنن ابی داؤد)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو ایسا باریک کپڑا پہننا جائز نہیں جس سے جسم نظر آئے۔ ہاں چہرہ اور ہاتھوں کا کھلا رہنا جائز ہے یعنی باقی جسم کی طرح ان کو کپڑے سے چھپانا ضروری نہیں۔ یہاں ملحوظ رہے کہ اس حدیث میں عورت کے لیے ستر کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔ حجاب (پردہ) کا حکم اس سے الگ ہے اور وہ یہ ہے کہ بے ضرورت باہر نہ

گھومیں اور اگر ضرورت اور کام سے باہر نکلیں تو پردہ میں نکلیں۔ ستر اور حجاب شریعت کے یہ دو حکم ہیں اور ان کے حدود الگ الگ ہیں بعض حضرات کو ان میں اشتباہ ہو جاتا ہے۔ غالب گمان یہ ہے کہ حضرت اسماء کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آنے کے جس واقعہ کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے وہ حجاب (پردہ) کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ کیونکہ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد حضرت اسماء اس طرح آپ کے سامنے نہیں آسکتی تھیں۔ واللہ اعلم۔

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے مؤطا میں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ عنہا کا یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ ان کی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر ان کے پاس آئیں اور وہ زیادہ باریک اوڑھنی (خمار) اوڑھے ہوئے تھیں، تو حضرت صدیقہ نے اس کو اتار کے پھاڑ دیا اور موٹے کپڑے کی خمار اوڑھا دی۔ ظاہر ہے کہ حضرت صدیقہ کا یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعلیم وتربیت کا نتیجہ تھا۔

لباس میں تفاخر اور نمائش کی ممانعت:

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمِ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا اَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَومَ الْقِيٰمِةِ. (رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی دنیا میں نمائش اور شہرت کے کپڑے پہنے گا اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذلت ورسوائی کے کپڑے پہنائے گا۔

(مسند احمد، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

تشریح: حدیث میں ''ثوبِ شہرت'' سے مراد وہ لباس ہے جو اپنی شان وشوکت کی نمائش کے لیے اور لوگوں کی نظر میں بڑا بننے کے لیے پہنا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو لوگوں کی نظر میں علامہ یا بڑا مقدس بزرگ بننے کے لیے اس طرح کا خاص لباس تقدس پہنیں یا اپنی فقیری ودرویشی کی نمائش کے لیے ایسے کپڑے پہنیں جن سے لوگ ان کو پہنچا ہوا فقیر ودرویش سمجھیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کا تعلق آدمی کے دل اور اس کی نیت سے ہے۔ ایک ہی کپڑا اگر نمود ونمائش کے لیے اور اپنی بڑائی کے مظاہرہ کے لیے پہنا جائے تو گناہ اور اس حدیث کا مصداق ہوگا اور وہی کپڑا اگر اس نیت کے بغیر پہنا جائے تو جائز اور بعض صورتوں میں موجب اجر وثواب ہوگا۔ اور چونکہ ہم بندوں کو کسی کی نیت اور دل کا حال معلوم نہیں اس لیے ہمارے لیے جائز نہ ہوگا کسی کے لباس کو نمود ونمائش اور ریا کاری کا لباس قرار دے کہ اس پر اعتراض کریں، ہاں اپنے دل، اپنی نیت اور اپنے لباس کا محاسبہ کرتے رہیں۔ یہی اس حدیث کا پیغام ہے۔

(مطبوعہ: معارف الحدیث، ج:۶، ص:۲۸۳......۲۹۰)

اولیات وخصوصیات خلیفۂ بلافصل رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

مولانا محمد یوسف شیخو پوری☆

قصرِ نبوت جس کا آغاز حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے ہوا اور اس کی آخری اینٹ خاتم الانبیاء والمعصومین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی طرح قصرِ امت کی پہلی اینٹ کو دیکھا جائے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام آتا ہے۔ جیسے رقم کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو جائے پہلے تو وہ اکائی تھی جس سے پھر اعداد و شمار بڑھتے گئے، اسی طرح اسلام کی گنتی جس اکائی سے شروع ہوئی اسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

اکابرین کی تحریرات سے چند اولیات وخصوصیات ہدیۂ قارئین ہیں۔

۱۔ وہ امور جن میں اللہ تعالیٰ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے اوّل درجہ فضیلت نصیب فرمائی۔ آپ ہی وہ واحد ہیں جو آزاد مردوں میں سب سے اوّل مشرف بہ اسلام ہوئے اور کسی دوست کے ساتھ بغیر مشورہ اور صلاح کے ایمان لائے۔

۲۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے قرآن مجید کو دو تختیوں کے درمیان جمع کیا۔

۳۔ علامہ عینی بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر (حویلی) کے صحن میں مسجد بنائی اور اس میں نماز پڑھنے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی ابتداء کی۔ یہ پہلی مسجد ہے جو اسلام میں بنائی گئی۔

۴۔ تاریخ الخلفاء میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جماعت کی صورت میں سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے پہلے نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کرنے والے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

۵۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے مسجد نبوی کی بنیاد سب سے پہلے رقم خرچ کر کے ڈالی اور اپنی طرف سے رقم خرچ کر کے سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے سبقت حاصل کی (یہ سب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ہوا)۔

۶۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ضرور تو ہی وہ پہلا شخص ہوگا جو میری امت میں سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔

۷۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ پہلا حج جو اسلام میں ہوا اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر

☆ استاذ جامعہ امدادیہ چنیوٹ

رضی اللہ عنہ کو پہلا امیر حج بنا کر روانہ فرمایا جو آئندہ سال حضور علیہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کو خود تشریف لائے۔

۸۔ مشکوٰۃ میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پہلا شخص ہوں گا (موت کے بعد قیامت میں) جو زمین سے اٹھوں گا پھر ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) اٹھیں گے۔

۹۔ بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم سے رخصت ہونے کے اختیار کی اطلاع پر سب سے اوّل سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آنسو جاری ہوئے۔ حالانکہ باقی اصحاب رضی اللہ عنہم ان کی اس حالت پر متعجب تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتقال کے اختیار ملنے کی اطلاع دے رہے ہیں اور ابوبکر رو رہے ہیں۔

۱۰۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی وہ عظیم الشان انسان ہیں جنھیں اسلام میں خلیفہ رسول اور خلیفۃ المسلمین بلا فصل کے نام سے پکارا گیا۔

خصوصیات:

یعنی وہ امورِ فضیلت جو خصوصی طور پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہیں اور انھی کا خاصہ ہیں۔

۱۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جن کی چار پشتیں صحابی ہیں یعنی ابو عتیق محمد بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر الصدیق بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہم (ازالۃ الخفاء)

۲۔ واقعۂ ہجرت جو اسلام میں بہت بڑی فضیلت اور اہمیت رکھتا ہے اس میں ابتدائے ہجرت سے آخری اوقات تک آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ (الاصابہ)

۳۔ قیامِ غارِ ثور کا شرفِ معیت اور حاضری سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ”ثَانِیَ اثْنَینِ اِذْھُمَافِی الْغَارِ“ کے خوبصورت الفاظ سے فرمایا۔

۴۔ ”وافقه في المشاهد كلها الى ان مات (اصابہ مع استیعاب) یعنی سیدنا صدیق اکبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضری کے تمام ضروری مواقع میں سب جگہ حاضر رہے۔

۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محبت اور سنگت کے اعتبار سے اور مال ودولت صرف کرنے کے اعتبار سے تمام لوگوں میں مجھ پر زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ محسن ابوبکر ہیں۔ (بخاری)

۶۔ ”عتیق“ (آگ سے آزاد شدہ) کا لقب خصوصی طور پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہے۔ حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جس کو پسند ہو کہ وہ آگ سے آزاد شدہ انسان کو دیکھے وہ ابوبکر کی طرف نظر کرے۔ (اصابہ)

۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الوفات کے دوران آپ نے مسلمانوں کی نماز کے لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی امام بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کے مصلیٰ پر آپ کی حیات میں آپ نے ۱۷/ سے ۲۱ نمازوں کی امامت کروائی۔ (طبقات)

۸۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات جیسے ہوش رُبا حادثہ اور قیامت خیز واقعہ کے وقت بھی باہوش اور با استقلال رہنے والے صرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جنھوں نے سب کو صبر کی تلقین کر کے سنبھالا۔

۹۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کا بوسہ لینا صرف سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی نصیب ہوا۔

۱۰۔ وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ کے بالکل متصل آرام گاہ تا قیامت سیدنا صدیق کو ہی حاصل ہے۔

مختصر یہ کہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کو جتنا قرب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس عالم میں تھا اتنا ہی عالمِ برزخ میں اتنا ہی عالم آخرت اور بہشت میں بھی ہوگا۔ (سبحان اللہ علیٰ حسن رفاقتہ)

cd's.JPG not found.

امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق غلط نظریہ

محمد عرفان الحق ایڈووکیٹ

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس وجنتی جماعت کے ان چند افراد رضی اللہ عنہم کی آراء سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات پر اعتراضات کی جو بوچھاڑ اپنے پرائے تحریری یا تقریری صورت میں کر گئے یا کر رہے ہیں، وہ سب بے بنیاد اور شیعیت زدہ نا قابل اعتماد تاریخ سے تمسک کا نتیجہ ہے۔ کاش! کہ قرآنی تعلیمات کے مطابق قرآن اور مستند احادیث سے تمسک کرتے ہوئے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت مطہرہ پر کچھ کہا یا تحریر کیا جاتا تو آج کم از کم مسلمان کہلانے والے تو اس عظیم صحابیؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض نہ کرتے اور اس عظیم شخصیت کا نام نامی اسم گرامی لیتے ہوئے انہیں تأمّل بھی نہ ہوتا۔

اس قبل عرض کیا گیا تھا کہ سیدنا علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین اختلاف پر مزید گفتگو آئندہ کی جائے گی تو اس سلسلہ میں چند معروضات پیش خدمت ہیں۔ سب سے پہلے تو اس پر غور فرمایا جائے کہ حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے لائق اور بڑے فرزند سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے جس سال امام تدبر وسیاست سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی، اس سال کو عام الجماعۃ کا نام دیا گیا یعنی وہ سال جس میں مسلمانوں کے مابین اختلاف کا خاتمہ ہوا، امت مسلمہ پھر سے ایک علم تلے متحد ہوئی اور کفر کے خلاف جہاد کا جو سلسلہ جہاں منقطع ہوا تھا امیر المؤمنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیر خلافت و سیادت، وہیں سے دوبارہ اس عظیم فریضہ کا آغاز کیا گیا۔

صحیح بخاری میں کتاب المناقب کے باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں یہ حدیث مبارکہ درج ہے:

عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ، اخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم الحسن فصعد بہ علی المنبر فقال ابنی ھذا سید و لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین

''حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ باہر تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے پھر فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا''

یہ حدیث مبارکہ کچھ الفاظ کے فرق کے ساتھ بخاری کے چار مختلف مقامات کے علاوہ سنن ابو داؤد، سنن

الترمذی، سنن النسائی، مسند احمد، مسند البزار، صحیح ابن حبان، المعجم الکبیر للطبرانی میں بھی موجود ہے۔ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری (شرح بخاری) میں سیدنا حسن وسیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کی صلح کو اس حدیث کا مصداق قرار دیا ہے۔قابل غور بات یہ ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں دیگر مقامات کے علاوہ اس حدیث کو نبی علیہ السلام کی نبوت کی نشانیوں کے ذیل میں بھی ذکر کیا ہے۔اور اس حدیث مبارکہ سمیت ان تمام احادیث، جن میں کچھ الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ یہی قول نبوت موجود ہے، کے الفاظ پر غور کیا جائے تو انتہائی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن دو جماعتوں کے مابین صلح کا ذکر فرمایا ہے وہ:

☆ دونوں جماعتیں مسلمانوں کی ہیں

☆ دونوں جماعتیں بڑی ہیں

☆ کسی جماعت کو کسی بھی طرح دوسری جماعت پر فوقیت نہیں دی گئی

☆ کسی بھی جماعت کو حق پر یا اقرب الی الحق یعنی حق کے زیادہ قریب ،نہیں کہا گیا

☆ کسی بھی جماعت کو اجتہادی خطاء کی حامل نہیں کہا گیا

☆ ہر لحاظ سے دونوں جماعتوں کو مساوی رکھا گیا

مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین وقوع پذیر ہونے والے اختلاف کے متعلق کئی حضرات کا یہ غلط اور بے بنیاد نظریہ سامنے آتا ہے کہ خلیفۂ چہارم سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اس وقت کے امیر شام یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین پیش آنے والے اختلاف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے جبکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ خطاً پر تھے نعوذ باللہ من ذالک! نیز یہ کہ ہر دو حضرات رضی اللہ عنہما کے درمیان یہ اختلاف اجتہادی نوعیت کا تھا جس میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطاء اجتہادی کا صدور ہوا۔کئی اہل سنت حضرات نے بھی تقریری وتحریری طور پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے سر یہی اجتہادی خطاء ڈالی ہے اور اس کے خلاف یہ حضرات کوئی بات سننے کو تیار نہیں۔نہ معلوم کیسے اس بات کو عقائد کا مسئلہ بنا کر عام افراد کے ذہن کو پراگندہ کرتے ہوئے انہیں اہل تشیع کی مشابہت کی جانب دھکیلا جا رہا ہے۔اگر کوئی اس مزعومہ نظریہ کے خلاف کوئی بات تحریراً یا تقریراً کہہ دے تو اسے اہل سنت سے ہی خارج کر دینے کی بساط بچھالی جاتی ہے۔اور محض لکیر کی فقیری میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطاء اجتہادی کا مرتکب قرار دیا جاتا ہے۔جبکہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اپنی تصنیف ''تھذیب التھذیب''، کی جلد اول صفحہ 94 میں رقم کرتے ہیں:

فالتشیع فی عرف المتقدمین ھو اعتقاد تفضیل علیؓ علی عثمانؓ و ان علیاً کان

مصیبا فی حروبہ و ان مخالفہ مخطئ مع تقدیم الشیخین و تفضیلھما

''یعنی علماء متقدمین کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اعتقاد رکھنا شیعیت ہے اور یہ کہ شیخین یعنی حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ کی فضیلت کے ساتھ اس امر کا اعتقاد رکھنا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی لڑائیوں میں حق پر تھے اور انؓ کے مخالفین خطاء پر تھے''

یعنی متقدمین علماء کرام میں سے کسی کا یہ عقیدہ/نظریہ نہ تھا کہ سیدنا علیؓ وسیدنا معاویہؓ کے باہمی اختلاف میں سیدنا علیؓ حق پر یا اقرب الی الحق اور سیدنا معاویہؓ راہ خطاء پر تھے۔ بلکہ یہ عقیدہ/نظریہ تو اہل تشیع کا ہے۔ مقام حیرت وافسوس ہے کہ اپنے آپ کو اہل سنت کہلانے والے کئی حضرات اہل تشیع کی مثل عقیدہ بھی رکھتے ہیں اور پھر اس کا پرچار بھی کرتے ہیں۔ اگر کوئی اس پر معترض ہو تو اس کو ''ناصبی/ خارجی/ یزیدی'' کے الفاظ سے مطعون بھی کیا جاتا ہے اور عوام کے قلوب میں اس کے خلاف نفرت پیدا کی جاتی ہے۔ ذہن میں رہے کہ خوارج سیدنا عثمان وسیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کے مخالف تھے جو بعد ازاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھی خلاف ہو گئے۔ سرکار دو عالم، رحمت اللعالمین، امام الانبیاء، یعنی اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی جماعت کو مصیب یا مخطی نہیں فرماتے مگر اہل سنت کہلانے والے حضرات جانے کیوں اس پر مُصر ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حق پر اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد مخطی سمجھا اور کہا جائے؟ اور اس کا پرچار بھی اہل سنت والجماعت کا لیبل لگا کر کیا جائے۔ یا یہ نظریہ پیش کیا جاے کہ دونوں حضرات رضی اللہ عنہما حق پر تھے مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ زیادہ حق پر تھے نسبتاً سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے۔ جب قرآن وسنت نے اس معاملہ میں کوئی فیصلہ نہیں دیا تو کسی اور کی کیا مجال کے وہ اس پر تبصرہ کرے؟ سیدنا علی وسیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے اختلاف کے وقت کئی صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے بھی تھے جنہوں نے کسی کا ساتھ نہ دیا اور اس معاملہ پر سکوت اختیار فرمایا۔ احد من عشرۃ مبشرۃ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فاتح ایران، بھی انہیں صحابہؓ کے طبقہ میں سے ہیں جو اس موقع پر غیر جانبدار رہے۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ جمل وصفین کے موقع پر دونوں جانب صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد تھی۔ صحابہؓ کے باہمی اختلافات میں اللہ و نبی علیہ السلام فیصلہ دے سکتے ہیں یا پھر کوئی صحابیؓ ہی اس ضمن میں کوئی ارشاد فرمانے کے اہل ہیں۔ مگر ان کے بعد کوئی بھی صحابہؓ کے باہمی اختلاف پر فیصلہ کرنے کا ہرگز اہل نہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مابین پیش آنے والے اجتہادی امور میں کسی کے مصیب ہونے یا مخطی ہونے کو یقین کے ساتھ بیان کرنا انتہائی نامناسب اور خلاف شرع ہے۔ درست ہے کہ ہر دو فریقین میں سے ایک مصیب اور دوسرا مخطی ہوتا ہے مگر کون مصیب اور کون مخطی ہے؟ یہ بات صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے امت میں کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی کا مجتہد مصیب یا کسی کے مجتہد مخطی ہونے کا فیصلہ صادر

کرے اور اس کو دوسروں پر مسلط کرنے کی دھن میں ڈٹ جائے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاء ھم البینت و اولئک لھم عذاب عظیم (ال عمران:۱۰۵)

''اور مت ہو ان کی طرح جو متفرق ہو گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کو حکم صاف اور ان کو بڑا عذاب ہے''۔

(ترجمہ از معارف القرآن، مفتی محمد شفیع)

تفسیر ''معارف القرآن'' میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں جو تحریر ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ چوں کہ صحابہ کرامؓ کا باہمی اختلاف اصولی امور پر نہ تھا بلکہ غیر واضح فروعی امور میں تھا اس لیے صحابہ کرامؓ کا اختلاف اس آیت کا مصداق نہیں مفتی محمد شفیع اسی آیت کی تفسیر میں اختلاف صحابہ کو مذکورہ آیت کے مصداق سے خارج قرار دینے کے بعد رقم طراز ہیں:

اجتہادی اختلاف میں کوئی جانب منکر نہیں ہوتی، اس پر نکیر جائز نہیں

''یہاں سے ایک بہت اہم اصولی بات واضح ہو گئی کہ جو اجتہادی اختلاف شرعی اجتہاد کی تعریف میں داخل ہے، اس میں اپنے اپنے اجتہاد سے جس امام نے جو جانب اختیار کر لی اگر چہ عند اللہ اس میں سے صواب اور صحیح صرف ایک ہے، دوسرا خطاء ہے، لیکن یہ صواب وخطاء کا فیصلہ صرف حق تعالیٰ کے کرنے کا ہے، وہ محشر میں بذریعہ اجتہاد صواب پر پہنچنے والے عالم کو دوہرا ثواب عطاء فرما دیں گے' اور جس کے اجتہاد نے خطاء کی ہے اس کو ایک ثواب دیں گے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اجتہادی اختلاف میں یہ کہنے کا حق نہیں کہ یقینی طور پر یہ صحیح ہے اور دوسرا غلط ہے، ہاں اپنی فہم و بصیرت کی حد تک ان دونوں میں جس کو وہ اقرب الی القرآن والسنۃ سمجھے اس کے متعلق یہ کہہ سکتا ہے کہ میرے نزدیک یہ صواب ہے، مگر احتمال خطاء کا بھی ہے، اور دوسری جانب خطاء ہے، مگر احتمال صواب کا بھی ہے، اور یہ وہ بات ہے جو تمام ائمہ فقہاء میں مسلّم ہے، اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اجتہادی اختلاف میں کوئی جانب منکر نہیں ہوتی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ماتحت اس پر نکیر کیا جائے، اور جب وہ منکر نہیں تو غیر منکر پر نکیر خود امر منکر ہے، اس سے پرہیز لازم ہے، یہ وہ بات ہے جس میں آج کل بہت سے اہل علم بھی غفلت میں مبتلا ہیں' اپنے مخالف نظریہ رکھنے والوں پر تبرا اور سب وشتم سے بھی پرہیز نہیں کرتے، جس کا نتیجہ مسلمانوں میں جنگ وجدل

اور انتشار واختلاف کی صورت میں جگہ جگہ مشاہدہ میں آرہا ہے''۔

مشاجرات صحابہؓ پر سکوت کرنا ہی ایمان وعمل اور دنیا وآخرت کی سلامتی اور خیریت وعافیت کا راستہ ہے۔اس لیے سیدنا علی وسیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے اختلاف سمیت مشاجرات صحابہؓ کے کسی بھی پہلو پر رائے زنی سے اعراض ہی عین ایمان اور اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔واقعۂ صفین ہو یا واقعۂ جمل یہی مسلک صراط مستقیم کی طرف لے جانے والا ہے جبکہ اس کے برعکس کوئی نظریہ اپنا کر صحابہؓ پر اعتراض کرنا، ایمان کے لیے زہر قاتل ہے۔صفین کے موقع پر جیسے سیدنا علی وسیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں مخلص تھے کسی کا کوئی ذاتی مفاد نہ تھا دونوں بزرگ اللہ کی رضا کے لیے اپنا اپنا ایک نظریہ رکھتے تھے، دونوں میں سے کوئی بھی غلط یا مخطی نہیں تھا،بعینہٖ اہل بیت رسول ،عفیفۂ کائنات ،ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مابین واقعۂ جمل کا پس منظر بھی یہی تھا کہ دونوں ہستیوں کا اختلاف محض قصاص عثمانؓ پر تھا اور کسی کا کوئی ذاتی عناد یا مفاد نہ تھا، اور یہ دونوں ماں بیٹا (سیدہ عائشہؓ وسیدنا علیؓ) بھی مبنی برحق مؤقف رکھتے تھے، لہٰذا جیسے سیدنا علیؓ وسیدنا معاویہؓ کے باہمی اختلاف پر کوئی غیر صحابیؓ رائے زنی یا فیصلہ مسلط کرنے کا اہل نہیں بالکل اسی طرح سیدہ عائشہؓ اور سیدنا علیؓ کے درمیان بھی کسی کو ثالث بننے کا حق نہیں۔''خودساختہ ثالثوں'' کو چاہیے کہ وہ اہل سنت والجماعت کا مارکہ استعمال کرتے ہوئے مشاجرات صحابہ کرامؓ سے متعلقہ معاملات میں ''قاضی'' مت بنیں بلکہ حقیقی طور پر اپنی توانائیاں خدمت دین اور مذہب اہل سنت والجماعت کے تحفظ وتبلیغ اور ترویج واشاعت کے لیے صَرف کریں۔جو قلم وقرطاس خلیفہ راشد، امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو حامل خطاء اجتہادی ثابت کرنے اور انؓ کے خلاف ایسے بے بنیاد ولغو پروپیگنڈہ کا تدارک کرنے والے حضرات کو ''ناصبی/ خارجی/ یزیدی'' قرار دینے پر استعمال کیا جاتا ہے، اسے فروغ عظمت صحابہؓ ورد قدح صحابہؓ کے نصب العین کے لیے استعمال کیا جائے۔

جب راہ اعتدال سے ہٹ کر مشاجرات صحابہؓ پر رائے زنی کی جاتی ہے تو دشمنانِ صحابہؓ کو بھی توہین صحابہؓ کے مواقع ملتے ہیں اور دشمنانِ صحابہؓ یعنی شیعہ/ رافضی، ناصبی (سیدنا علی وحسنین رضی اللہ عنہما وغیرہ کی توہین کا مرتکب طبقہ) اور خارجی ان سے فائدہ اٹھا کر صحابہ رضی اللہ عنہم پر تبراء کرتے ہیں اور بطور دلیل انہی نام نہاد سنّیوں کے حوالے پیش کرتے ہیں جنہوں نے صفین وجمل کے پس منظر میں حضرت عائشہ یا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما پر اعتراض کیے ہوں۔روافض، خوارج اور نواصب کے برعکس صرف اہل سنت والجماعت زاد اللہ شرفہٗ ہی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت ومودت کو ایمان مانتے ہیں اور کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ پر معترض نہیں ہوتے ، یہ مسلک اہل سنت بھی ہے اور راہ اعتدال بھی۔

رنگ و نسل

شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ

مدینۃ النبی کے ایک گھر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہو تھے...... سلمانِ فارسی، صہیب رومی اور بلالِ حبشی! (رضی اللہ عنہم) تینوں جلیل القدر صحابی تھے۔ تینوں غلام رہے، عہدِ جاہلیت میں دمڑی برابر اُن کی عزت نہ تھی لیکن اسلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اُنھیں بڑی عزت و منزلت عطا فرمائی۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوی کے مؤذن تھے۔ غنیمت کے افسر تھے، آستانۂ نبوی کے منتظم تھے۔ تاجدارِ حرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیرِ مہمانداری تھے۔ یوم الفرقان میں شرکت کی، بیعتِ رضوان کی سعادت حاصل کی، تمام مشاہدات میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل کیا۔ خلیفۃ الرسل صدیقِ اکبر رضی اللہ علیہ کے مشیر اور امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے وزیر بنے۔

دوسرے بزرگ صہیب رومی رضی اللہ عنہ بدری صحابہ میں شامل ہیں، بیعتِ رضوان میں شریک تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ انھوں نے پڑھائی۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد تین دن ملّتِ اسلامیہ کے امام اور عارضی سربراہِ مملکت رہے۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

تیسرے زعیم حضرت سلمان فارسی آگ کو پوجنے والے تھے پھر عیسائی بنے اور اللہ نے توفیق دی تو اسلام لے آئے۔ پہلی بار غزوۂ خندق میں شریک ہوئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''یہ میرے اہلِ بیت میں سے ہیں''۔

یوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں شامل ہوگئے۔ علم وحکمت میں لقمان حکیم کے برابر سمجھے جاتے تھے۔ راتوں کو دیر تک حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریاب رہتے تھے۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اُنھیں مدائن کا گورنر بنایا تھا۔

ان تینوں کے علاوہ اس وقت وہاں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ہجرت سے پہلے وہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر ایمان لے آئے۔ جن چند کم عمر صحابۂ کرام کی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی تربیت فرمائی اُن میں شامل تھے۔ حافظِ کلام اللہ تھے اور پورا قرآن نبی الحرمین کی زبانِ مبارک سے سن کر حفظ کیا تھا۔ مکہ فتح ہوا تو اللہ کے رسول نے اُنھیں اہالیانِ مکہ کی تعلیم وتربیت کے لیے مقرر فرمایا۔ دیر سے نماز میں شامل ہونے والے، نماز کی تکمیل اُنھی کے بتائے ہوئے طریقے پر کرتے ہیں۔ اسلامی مملکت کے سب سے بڑے صوبے یمن

میں قاضی بھی رہے اور گورنر بھی! فقۂ اسلام کے اصول اُنھی کے بتائے ہوئے ہیں۔ قیاس کی ابتدا کرنے والے وہی تھی۔ بدری صحابہ میں شامل رہے اور بیعت رضوان کی سعادت بھی حاصل کی جو جنتی ہونے کی ایک کھلی نشانی ہے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وزیر و مشیر رہے۔ کنز العمال میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجلسِ شوریٰ کا باضابطہ انعقاد کیا تو اس کے رکن بنائے گئے۔ دورِ فاروقی میں جامع حمص میں قرآن وحدیث کا درس دیا کرتے تھے جس کی بڑی شہرت تھی۔

ان سب کی موجودگی میں قیس بن مُطاطیہ وہاں آیا۔ یہ شخص نام کا مسلمان تھا۔ اس منافق نے کہا کہ:

''انصار نے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی ٹھیک کیا۔ یہ بھی عرب وہ بھی عرب لیکن مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ بلال جو حبشی ہیں، صہیب جو رومی ہیں اور سلمان جو فارس کے رہنے والے ہیں، ایک عرب کے پیرو اور گرویدہ کیوں ہو گئے ہیں''؟

قیس بن مُطاطیہ جیسے لوگوں ہی کا ذکر سورۂ منافقون میں آیا ہے۔ منافق دوزخی ہوتے ہیں۔ منافقوں سے اللہ تعالیٰ ہم کو محفوظ رکھے۔ دورِ نبوی کا سب سے بڑا فتنہ وہی تھے اور دورِ خلفاءِ راشدین کا سب سے بڑا فتنہ بھی وہی تھی۔ آج بھی عالمِ اسلام کے لیے سب سے بڑا فتنہ یہ منافق ہی ہیں۔ یہ دودلے بظاہر مسلمان نظر آتے ہیں لیکن آستین کے سانپ ہوتے ہیں۔

حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ پرور اور اسلام کو قومیتوں میں بانٹنے والے دوست نما دشمن کو گریبان سے پکڑا پھر اس مکان سے گھسیٹتے ہوئے خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لے گئے اور تمام تفصیل نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ سنائی۔

ابنِ شہاب زہری کی روایت ہے کہ قیس بن مطاطیہ کا کہا ہوا سن کر اللہ کے رسول کا چہرہ تمتما اٹھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس حال میں تھے اٹھے۔ چادر زمین جھاڑتی جا رہی تھی اسے بھی نہ اٹھایا۔ مسجدِ نبی میں پہنچ کر حکم دیا کہ: ''الصلوٰۃ جَامِعۃٌ'' کا نعرہ لگاؤ۔ لوگ یہ نعرہ سن کر دوڑے دوڑے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ:

لوگو! یاد رکھو کہ تمھارا رب ایک ہے، ماں باپ یعنی آدم وحوا ایک ہیں، دین بھی ایک ہے، عربیت کسی کو ماں کے پیٹ سے نہیں ملتی۔ یہ زبان جو بھی بولے وہ عرب ہے...... اسلام رنگ ونسل، زبان وبیان اور قومیتوں کے بتوں کو توڑنے کے لیے آیا ہے۔ وہ گورے اور کالے، عربی عجمی میں کوئی فرق نہیں کرتا، اسلام میں کوئی فرزندِ زمین نہیں۔ نومسلم اور پشتینی مسلمان سب برابر ہیں۔ فرق پیدا کرنے والے منافق ہوتے ہیں!

(مطبوعہ: طوبیٰ)

اسے میں نے بنایا تھا

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

دو بدوی اپنا مقدمہ لے کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش ہوئے۔ دونوں نے اپنے اپنے انداز میں اپنا موقف پیش کیا جھگڑا ایک کنوئیں کا تھا۔ ایک نے اپنے قبضے اور ملکیت کے دلائل دیے پھر دوسرے نے بس اتنا کہا۔ ''امیر المؤمنین! اَنَا فَطَرتُہ 'یہ کنواں پہلے نہیں تھا'' اسے میں نے بنایا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدوی کے اس بیان سے میری نظر آیت قرآنی پر گئی کہ یوسف علیہ السلام نے دعا بہ بارگاہ رب العلا مانگی تھی فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ! اے آسمانوں کے بنانے والے، اے زمین کے وجود میں لانے والے، گویا پہلے نہ آسمان تھے نہ زمین تھی، نہ اہل آسمان تھے نہ اہل جہان تھے۔ یہ سب کچھ اے مالک تو نے بنایا۔ اس بدوی نے کہا تھا کنواں پہلے نہیں تھا میں نے بنایا۔ بنانے والا میں ہوں تو اس کی ملکیت، اس کے تمام حقوق، تمام اختیارات میرے ہیں، کسی دوسرے کا کوئی حق نہیں، کسی اور کی اس پر ملکیت نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کنوئیں کا فیصلہ تو اس کی اسی چھوٹی سی بات سے ہو گیا مگر میری توجہ اس نے خالق و مالک رب العالمین کی طرف کروادی کہ جب کنواں اس نے بنایا تو یہ بلا شرکت غیرے اس کا مالک ہے اور کارخانۂ آسمان و زمین اللہ نے بنایا وہ اس جہان کا فاطر اور ساری مخلوق کا بنانے والا ہے تو پھر کیوں نہ وہ اکیلا وحدہ لاشریک زمین و زمان، انسان و حیوان اور دونوں جہان کا مالک ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان اَنَا وَلَا غَیرِی کی جھوٹی ملمع گلیوں میں پھرتا رہے اور اپنی منزل کو پا سکے۔ یوسفِ صدیق علیہ السلام نے اعلان کر دیا کہ: اے اللہ بے شک تو نے مجھے پیامبری کا عظیم منصب دیا۔ اے رب تو نے مجھے بادشاہ بنایا۔ میں ایک غلام کی حیثیت سے مصر میں داخل ہوا۔ شاہی گھرانے میں تو نے میری پرورش کی، میں ایک عورت کی سازش سے جیل میں گیا، تو نے مجھے تاویل احادیث کا عظیم علم عطا فرمایا، پھر تو نے مجھے جیل سے نکال کر مصر کے خزانوں کا مالک بنا دیا۔ اے مالک! اصل مالک تو ہے، میری کیا حیثیت ہے۔ اے مالک تو ہی دنیا و آخرت میں میرا ولی ہے، میرا آقا ہے، اے مالک جب تو ہی آسمانوں اور زمینوں کا بنانے والا ہے سب سے پہلے انھیں تو نے بنایا ہے تو مالک اور مختار بھی تو ہے۔ بندہ تیری ملک میں تیری ہی مرضی سے تصرف کر سکتا ہے۔ اے زمین و آسمان کے خزانوں کے مالک! ان سب خزانوں کی چابیاں تیرے ہی پاس ہیں، تو جب چاہتا ہے جتنی چاہتا ہے عطا یا دیتا ہے۔ پھر ان عطایا کو تیری ہی مرضی اور اجازت سے خرچ کرنا ہر انسان پر اور مجھ پر بھی فرض ہے۔ ہمیں امانت و دیانت نصیب فرما، اہل ایمان بلکہ تمام مخلوق کے حقوق پہچاننے اور انھیں ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور ہاں مجھے اپنا فرمانبردار رکھ اور (اس عارضی جہان سے جب اٹھائے تو مجھے) اپنے صالحین بندوں کے ساتھ ملا دے۔

سب سے بڑے موحد ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کا ڈنکا بجایا اور تمام امتحانوں میں کامیاب ہو کر، بیت اللہ کے قریب کھڑے ہو کر لوگوں کو حج بیت اللہ کی آواز لگائی۔ یہ آواز ایک انسانی آواز تھی لیکن محبت کے تمام امتحانوں میں وہ کامیاب ہو چکے تھے۔ وطن، جان، مال، اولاد اور بیوی سب کچھ سے اللہ کے حکم پر جدائی بخوشی برداشت کر چکے تھے۔ اب ان

کی ”اَذِّنْ فِی النَّاسِ“ کی گونج کو اللہ نے وہ طاقت دے دی کہ اس زمانے میں موجود ہر انسان کے کانوں تک پہنچی اور قیامت تک آنے والی ارواح تک پہنچی۔ اُس موجود زمانہ میں اور تا قیامت عالم ارواح میں جن لوگوں نے ”لبیک“ پکارا، ان تمام نے جتنی دفعہ ”لبیک“ کہا اسے اپنے وقت میں اتنی دفعہ بیت اللہ کی حاضری نصیب ہوئی۔

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے کے دو بیٹے بھی عظیم نبی ہوئے۔ اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام، آخری نبی خاتم المعصومین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا اسماعیل کے ممتاز گھرانے سے دریتیم بن کر تشریف لائے جبکہ سیدنا اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں پشت در پشت ہزاروں انبیاء علیہم السلام ہادی ومہدی بن کر تشریف لاتے رہے اور اپنے تفویض کردہ قبیلوں، قوموں اور علاقوں کو راہِ ہدایت دکھاتے رہے۔ خوش نصیب مان لیتے بے نصیب محروم رہ جاتے۔ سیدنا اسحاق کے بیٹے سیدنا یعقوب علیہما السلام بھی نبی تھے اور یوسف علیہ السلام انھی یعقوب علیہ السلام کے فرزندار جمند تھے۔ ان یعقوب کا دوسرا نام اسرائیل ہوا، اور ان کے بارہ بیٹوں کی نسبت سے نبی اسرائیل کے بارہ قبیلے ہوئے۔ تمام انسانوں کی طرح مقدس انبیاء علیہم السلام کو بھی اس دنیا سے انتقال مقدر ہے۔ یعقوب علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے سب بیٹوں کو بلا کر پوچھا ”میرے بعد تم کس کی پوجا کرو گے“ سب نے جواب دیا ”نَعبُدُ اِلٰھَکَ وَ اِلٰہَ اٰبَآءِکَ اِبْرَاھِیمَ وَاِسْمٰعِیلَ وَاِسْحٰقَ (ہم تیرے معبود اور تیرے باپ دادا ابراہیم واسماعیل واسحاق کی بندگی کریں گے۔ وہ معبود لاشریک ہے اور ہم اسی کی اطاعت پر قائم رہیں گے“ قرآن اللہ کا آخری سچا کلام ہے، اس کی سچی گواہی میں کوئی شک نہیں۔ قرآن کہتا ہے سب بیٹوں نے سیدنا اسحاق اور سیدنا ابراہیم کے ساتھ سیدنا اسماعیل کو بھی اپنے آباء میں شمار کیا تھا۔ وہ یعقوب علیہ السلام کے تایا ابا تھے اور اللہ کی مصلحت یہ تھی کہ آخری ہادی ومہدی نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم انھی کی اولاد میں آنے والے تھے۔ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے عہد نبوت ورسالت میں خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دینے اور ان کی ہر قولی و عملی نصرت کے اللہ کی طرف سے پابند تھے۔ لَتُؤمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ سیدنا موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام بھی آمد مصطفیٰ کی خوشخبریاں سنا چکے تھے، ان کی فرمانبرداری کا حکم دے چکے تھے۔ کئی یہود گھرانے کھجوروں والے دیس مدینہ میں صرف اس لیے آکر آباد ہوئے تھے کہ ان کی کتابیں اور ان کے نبی یہ ساری علامات بتا چکے تھے، ان جگہوں کی نشاندہی کر چکے تھے۔ سالار مجاہدین حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی درخواست پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیت المقدس پہنچ چکے تھے جہاں اس زمانے کی محرف شدہ تورات وانجیل میں بھی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا حلیہ اور ان کے لباس پر لگے چودہ پیوند لکھے ہوئے تھے۔ ان اہل کتاب نے نشانیاں دیکھ کر بیت المقدس کے خزانوں کی چابیاں خلیفۂ رسول کے حوالے کر دی تھیں۔ خوش نصیب لوگوں کو کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی نصیب ہو گیا تھا۔ قبل ازیں مدینہ طیبہ میں بنی اسرائیل کے بڑے عالم جناب عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے متعدد ساتھی داخلۂ اسلام کی سعادت پا چکے تھے۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دو بدویوں کے مقدمہ کا فیصلہ سنا چکے تھے اور فرما رہے تھے کہ اگر اس نے کنواں بنایا اور یہ اس کی ملکیت کا دعویدار ہے تو اے انسان تجھے رب کریم نے بنایا، تیرا بھی وہ تنہا خالق و مالک اور مختار ہے۔ تو بھی اس کی دی ہوئی زندگی کو اسی کی امانت سمجھ اور اس میں نفس وشیطان کو حصہ نہ دے۔ ہمہ وقت اللہ کی فرمانبرداری کر اور مذکور بالا آیت قرآن تمام اہل کتاب یہود ونصاریٰ کو دعوت دے رہی ہے کہ تمہارے آباء، ابنائے یعقوب نے جب اسماعیل علیہ السلام کو اپنے آباء میں شمار کیا تھا تو تم کو دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حجاب کیوں ہے؟

احادیثِ نزولِ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام
اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط:۱۲)

حافظ عبید اللہ

راویوں کا تعارف

<u>زهير بن حرب</u>: ان کا تعارف حدیث نمبر 2 کے ضمن میں ہو چکا۔

<u>الوليد بن مسلم ابو عباس الدمشقي</u>

امام ذہبی نے انہیں ''امام، اہل شام کے عالم، حافظِ حدیث اور ثقہ'' لکھا ہے۔ محمد بن سعد نے انہیں ''ثقہ، بہت زیادہ حدیث اور علم والے'' لکھا ہے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ: ''میں نے شامی لوگوں میں ولید بن مسلم سے زیادہ عقل والا نہیں دیکھا''، ایک جگہ فرمایا کہ: ''شامیوں کی احادیث ولید بن مسلم اور اسماعیل بن عیاش سے زیادہ اچھی روایت کرنے والا میں نے نہیں دیکھا''۔ علی بن المدینی نے کہا کہ: ''میں نے شامیوں میں ولید کا مثل نہیں دیکھا''۔ ابوزرعہ دمشقی کہتے ہیں کہ مجھ سے احمد بن حنبل نے کہا: ''تمہارے پاس تین (بڑے) اصحاب حدیث تھے، مروان بن محمد، ولید بن مسلم اور ابومسہر''۔ ابومسہر نے کہا کہ: ''ابوالعباس (ولید کی کنیت۔ناقل) پر اللہ رحم کرے وہ بہت علم والے تھے''۔ ابوزرعہ دمشقی کہتے ہیں کہ میں نے ابومسہر سے ولید بن مسلم کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''وہ ہمارے ثقہ ساتھیوں میں سے تھے''۔ امام عجلی اور یعقوب بن شیبۃ نے بھی انہیں ''ثقہ'' کہا ہے۔ محمد بن ابراہیم اصبہانی کہتے ہیں کہ میں نے ابوحاتم سے ولید بن مسلم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''وہ صالح الحدیث (یعنی اچھی حدیث والے) ہیں''۔ ابن عدی نے بھی انہیں ''ثقہ'' کہا ہے۔

(سير اعلام النبلاء، ج9 ص211 / تهذيب الكمال للمزي، ج31 ص86 / تهذيب التهذيب، ج11 ص151)

فائدہ: ولید بن مسلم کے بارے میں ابومسہر کے حوالے سے یہ بات بیان کی گئی ہے کہ یہ ''ابن ابی السفر'' (جو کہ کذاب اور جھوٹا تھا) سے امام اوزاعی کی احادیث لیتے تھے، اور پھر اس حدیث کو ''**قال الاوزاعي** یعنی اوزاعی نے یوں کہا'' کہہ کر بیان کرتے تھے اس طرح شبہ ہے کہ یہ ''تدلیس'' کے مرتکب ہوتے تھے (امام ذہبی نے ابن مسہر سے **ربما دلّس الوليد بن مسلم** کے الفاظ نقل کیے ہیں جس کا مطلب ہے کہ احتمال ہے کہ انہوں نے تدلیس کی ہو)۔

تو عرض ہے کہ ہماری زیرِ بحث روایت میں تدلیس کا کوئی احتمال نہیں، کیونکہ نہ تو یہ اس میں ولید بن مسلم، اوزاعی سے روایت کر رہے ہیں کہ احتمال ہو کہ یہ ابن ابی السفر کے واسطے سے تو نہیں لی، اور پھر وہ ''**حدثنا ابن ابي**

ذئب '' کے لفظ کے صریح لفظ کے ساتھ روایت کررہے ہیں کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، اور امام ذہبی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''**فاذا قال حدّثنا ، فهو حُجّة**'' جب وہ لفظ ''حدّثنا'' کے ساتھ روایت کریں تو وہ بلاشبہ حجت ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء، ج9 ص212، مؤسسۃ الرسالۃ)

نیز امام ذہبی نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

''**قلتُ: البخاري ومسلم قد احتجّا به ، ولكنهما ينتقيان حديثه، ويتجنبان ما يُنكر له**''

بخاری ومسلم دونوں نے ان سے حجت پکڑی ہے، لیکن وہ دونوں ان کی حدیث کی اچھی طرح جانچ کر کے نقل کرتے ہیں اور ان کی اس حدیث کو بیان کرنے سے اجتناب کرتے ہیں جو منکر ہو۔

(سیر اعلام النبلاء، ج9 ص212، مؤسسۃ الرسالۃ)

محمد بن عبدالرحمن بن المغيرة القرشي العامري المدني (ابن ابي ذئب)

امام ذہبی نے انہیں ''شیخ الاسلام، اور فقیہ مدینہ'' کہا ہے۔ ایک دوسری جگہ ان کے بارے میں لکھا ہے ''**كان كبير الشأن، ثقة**'' وہ بڑی شان والے اور ثقہ تھے۔ حافظ ابن حجر نے انہیں ''ثقہ، فقیہ اور فاضل'' لکھا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ ''ابن ابی ذئب تو سعید بن المسیب کے مشابہ تھے''۔ ایک جگہ فرمایا: ''وہ سچے تھے اور امام مالک سے افضل تھے'' ایک اور جگہ فرمایا: ''وہ نیک آدمی تھے''۔ یحییٰ بن معین نے کہا: ''ابن ابی ذئب ثقہ ہیں، اور وہ سب بھی جن سے یہ روایت کرتے ہیں ثقہ ہیں سوائے ابوجابر البیاضی کے''۔ امام ابوداود کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن صالح کو بھی یہ کہتے سنا کہ: ''ابن ابی ذئب کے تمام شیوخ ثقہ ہیں سوائے ابوجابر البیاضی کے''۔ امام شافعی کا کہنا ہے کہ: ''جن لوگوں کو میں نہیں پا سکا ان میں سے سب سے زیادہ افسوس مجھے لیث (بن سعد) اور ابن ابی ذئب کے نہ پانے کا ہے''۔ امام نسائی نے بھی انہیں ''ثقہ'' کہا ہے۔ عثمان دارمی کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے پوچھا کہ ابن ابی ذئب زہری سے روایت کرنے میں کیسے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ''ابن ابی ذئب ثقہ ہیں''۔ محمد بن سعد نے کہا کہ: ''ابن ابی ذئب مدینہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے، وہ ثقہ، عالم، فقیہ، متقی اور عبادت گزار تھے''۔ ابن حِبان نے انہیں ثقہ لوگوں میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ مدینہ کے فقہاء میں سے تھے۔ خلیلی نے کہا ہے کہ: ''وہ ثقہ ہیں، امام مالک نے ان کی تعریف کی ہے''۔ یعقوب بن شیبہ نے کہا کہ: ''وہ ثقہ اور سچے ہیں، البتہ بعض لوگوں نے ان کی امام زہری سے روایت میں کلام کیا ہے کہ اس میں اضطراب پایا جاتا ہے''۔ یحییٰ بن سعید سے نقل کیا جاتا ہے کہ وہ ابن ابی ذئب اور ابن جُریج کی امام زہری سے روایت کردہ حدیث سے راضی نہیں ہوتے تھے اور اسے قبول نہیں کرتے تھے۔

(الكاشف للذهبي، ج2 ص194 / تقريب التهذيب: ص493 / تهذيب التهذيب، ج9 ص303 / سير اعلام النبلاء، ج7 ص139)۔

فائدہ: خود جناب تمنا عمادی نے اقرار کیا ہے کہ ''ابن ابی ذئب تمام محدثین کے نزدیک بڑے ثقہ اور معتبر ہیں'' (انتظارِ مہدی و مسیح، ص193)، لیکن ساتھ ہی یہ لکھتے ہیں کہ ''بعض اکابر محدثین وائمہ رجال زہری کی حدیثوں میں ان کو معتبر نہیں سمجھتے'' جو کہ سراسر ایک مغالطہ ہے، بعض (نامعلوم) حضرات کے زہری سے ان کی بیان کردہ احادیث میں بوجہ اضطراب کے کلام کرنے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ''بعض اکابر محدثین ابن ابی ذئب کو معتبر نہیں سمجھتے تھے''۔ رہی یہ بات کہ یحییٰ بن سعید ان کی زہری سے بیان کردہ احادیث کو پسند نہیں کرتے تھے، تو جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس پسند نہ کرنے کی وجہ کیا تھی اس وقت تک اس جرح کی کوئی حیثیت نہیں، جب کہ یحییٰ بن سعید نے ابن ابی ذئب کی وثاقت پر کوئی اعتراض بھی نہیں کیا۔

ابن شهاب زهري: ان کا مفصل تعارف ہو چکا۔

نافع مولیٰ ابي قتادة: ان کا تعارف بھی ہو چکا۔

حدیث نمبر 8:

''(امام مسلم فرماتے ہیں) بیان کیا ہم سے **قتيبه بن سعيد** نے، (وہ کہتے ہیں) ہم سے بیان کیا **ليث** (بن سعد) نے، اُن سے **سعيد بن ابی سعيد** نے، اُن سے **عطاء بن ميناء** نے، اُن سے بیان کیا حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم مریم کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) ضرور نازل ہوں گے حاکمِ عادل ہو کر، پس توڑ ڈالیں گے صلیب کو اور مار ڈالیں گے خنزیر کو، اور موقوف کر دیں گے جزیہ کو، اور چھوڑ دیں گے جوان اونٹ کو، پھر کوئی محنت نہیں کرے گا اس پر، اور لوگوں کے دلوں میں سے کدورت، دشمنی اور جلن جاتی رہے گی، اور بلائیں گے وہ لوگوں کو مال دینے کے لئے لیکن کوئی قبول نہ کرے گا (اس وجہ سے کہ حاجت نہ ہوگی اور مال کثرت سے ہر کسی کے پاس ہوگا)۔''

(**صحيح مسلم**، ح243(155)، باب نزول عيسىٰ بن مريم حاكماً بشريعة نبينا ﷺ)

راویوں کا تعارف:

قتيبة بن سعيد: تعارف پہلے ہو چکا۔

ليث بن سعد: ان کا تعارف بھی ہو چکا۔

سعيد بن ابي سعيد المقبري (ابو سعد) المدني

امام ذہبی نے ان کا تعارف یوں کرایا ہے: ''**الامـام الـمـحدّث الثقة**''۔ یحییٰ بن معین، ابن المدینی، ابن سعد، عجلی، ابوزرعہ، نسائی اور ابن خراش سب نے انہیں ''ثقہ'' کہا ہے۔ ابوحاتم نے انہیں ''صدوق'' (سچا) کہا ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی انہیں ''ثقہ'' لکھا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ وفات سے کچھ عرصہ قبل ان کے حافظہ میں کچھ خرابی واقع ہوگئی تھی، لیکن امام ذہبی نے لکھا ہے کہ: ''**مـا أحسبـه رویٰ شيئاً في مدة اختلاطه، وكذلك لا يُوجد له شيء منكر**'' میں نہیں سمجھتا کہ انہوں نے

اختلاط کے اس عرصہ میں کوئی چیز روایت کی ہو، نہ ہی ان کی کوئی منکر چیز (حدیث) پائی جاتی ہے۔

(تقریب التهذیب:ص236/تهذیب التهذیب، ج4ص38/سیر اعلام النبلاء، ج5ص216)

عطاء بن مینا مولیٰ ابن ابی ذباب المدني (وقیل البصري)

سفیان بن عیینہ نے کہا کہ: ''عطاء بن مینا، حضرت ابو ہریرہؓ کے معروف اصحاب میں سے تھے''۔ ایوب بن موسیٰ نے انہیں ''نیک لوگوں'' میں شمار کیا ہے۔ ابن حبان نے انہیں ''ثقہ'' لوگوں میں شمار کیا ہے۔ امام عجلی نے لکھا ہے: ''**مـدنـي تـابـعـي ثقة**'' یہ مدنی الاصل، تابعی اور ثقہ ہیں۔ حافظ ابن حجر نے بھی تقریب التہذیب میں انہیں ''صدوق'' (سچے) لکھا ہے۔ ابن سعد نے بھی ان کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ''یہ قلیل الحدیث ہیں'' (یعنی ان سے بہت کم احادیث مروی ہیں)۔ امام دارقطنی ان کا ذکر یوں کرتے ہیں: ''**عـطـاء بن مینا ، مدني يُروي عن ابي هريرة** '' عطاء بن مینا مدینہ کے رہنے والے ہیں، حضرت ابو ہریرۃ سے روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری نے بھی تاریخ کبیر میں ان کا ذکر کیا ہے۔

(التاريخ الكبير، ج6ص462/تهذيب التهذيب، ج7ص216/الثقات للعجلي، ج2ص137/المؤتلف و المختلف، ج4ص2106)

تمنائی تلبیس

تمنا عمادی صاحب نے تو پہلے ہی یہ اعلان کر دیا تھا کہ نزولِ عیسیٰ ◆ کی احادیث سب (نعوذ باللہ) جھوٹی ہیں کیونکہ ان کی تمنائی تحقیق یہ کہتی ہے کہ ہر وہ حدیث جھوٹی اور موضوع ہے جس میں ایسی چیز بیان کی گئی ہو جس کا قرآن میں صراحت کے ساتھ ذکر نہیں، یہ کتاب ''انتظارِ مہدی و مسیح'' تو انہوں نے صرف یہ مغالطہ دینے کے لئے لکھی کہ میں تو کتب اسماء الرجال اور علم جرح و تعدیل کے قواعد کی روشنی میں ان احادیث کو جھوٹی اور غلط ثابت کر رہا ہوں۔ لیکن جہاں کتب اسماء الرجال میں انہیں کوئی ایسی چیز نہ ملے جس کو پیش کر کے وہ مغالطہ دے سکیں تو وہاں بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ یہ بھی لکھ دیتے ہیں کہ فلاں شخصیت تو فرضی ہے، ائمہ جرح و تعدیل اور محدثین نے یونہی انہیں ثقہ اور معروف لکھ دیا ہے۔

آپ نے ''عطاء بن مینا'' کے بارے میں مختلف ائمہ کے اقوال ملاحظہ فرمائے، اب چودھویں صدی کے ''محدث العصر'' کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

''ابن شہاب زہری کے علاوہ تین آدمی اور حضرت ابو ہریرۃ سے روایت کرنے والے مہیا کیے گئے ہیں، تا کہ ابن شہاب ہی تنہا اس کے راوی نہ ٹھہریں، مگر ان تینوں کی خبر امام بخاری کو نہ تھی یا صحیح بخاری میں ان تینوں کی حدیثیں ٹھونسنے کا کسی کو موقع نہ ملا۔ نزولِ مسیح سے متعلق حدیثیں ٹھونسنے کا موقع یارانِ طریقت کو صحیح مسلم میں کافی طور سے مل گیا۔ چنانچہ کتاب العلم اور کتاب الفتن دو جگہ حدیثیں ٹھونسی گئی۔ بہر حال ابن شہاب کے علاوہ عطا بن مینا جو مرو کے رہنے والے مگر ابن ابی ذباب المدنی کے غلام آزاد کردہ تھے اس لئے ابن حجر انہیں مدنی لکھتے ہیں اور پھر یہ بھی لکھا ہے کہ بعضوں نے ان کو بصری کہا ہے اور پھر آخر میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ ابن سعد نے ان کو اہل مکہ کے طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے۔ مگر تھوڑا تدبر کرنے

سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی شخص ہی نہ تھے، اپنے جی سے ایک نام گھڑ کر اس سے روایت کی گئی۔ کیونکہ ان کا ذکر کسی کتاب میں تفصیل سے نہیں ملتا، حتیٰ کہ ان کا سالِ وفات بھی کہیں مذکور نہیں...... (پھر آگے لکھتے ہیں)......ابن ابی ذباب کے آزاد کردہ غلام تھے، ابن ابی ذباب کی وفات 146ھ میں ہے، انہوں نے انہیں کس سن میں آزاد کیا، اس وقت ان کی عمر کیا تھی......حضرت ابوہریرۃ اور ابن ابی ذباب کی وفات کے درمیان نوے برس کا فاصلہ ہے، اس لئے ابن ابی ذباب ہی نے حضرت ابوہریرۃ کو نہیں دیکھا ہوگا، ان کے آزاد کردہ غلام نے کب دیکھا ہوگا''۔

(خلاصہ: انتظارِ مہدی ومسیح، ص195و196)

قارئین محترم! یہ اس شخص کی تحقیق ہے جس نے نہ صحیح بخاری پڑھی اور نہ صحیح مسلم کا مطالعہ کرنے کی ہی اسے توفیق ہوئی، لیکن بدقسمتی سے محض دھوکہ دینے کے لئے اسے ''محدث العصر'' مشہور کردیا گیا، پہلے اس نے یہ لکھا تھا کہ صحیح بخاری میں باب نزول عیسیٰ بن مریم ''کتاب بدء الخلق'' میں ہے، اب یہ لکھ رہا ہے کہ صحیح مسلم کی کتاب العلم میں بھی ''نزولِ مسیح'' کی حدیثیں ٹھونسی گئیں، میں نے بار بار صحیح مسلم کی کتاب العلم کا مطالعہ کیا ہے، اس میں 16 احادیث ہیں (جن میں سے بعض احادیث امام مسلم نے مختلف سندوں کے ساتھ بیان کی ہیں) اور اس پوری کتاب العلم میں کوئی ایک حدیث مجھے ایسی نہیں ملی جس میں ''نزولِ عیسیٰ ◆'' کا ذکر ہو، پھر حدیث دشمنی کی انتہاء ہے کہ بار بار مسلمانوں کی حدیث کی صحیح ترین دو کتابوں (صحیح بخاری وصحیح مسلم) کے بارے میں یہ الفاظ لکھے جارہے ہیں کہ ''ان کے اندر بعد میں حدیثیں ٹھونس دی گئی''۔ اس کے بعد حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت کرنے والے ''عطاء بن مِینا'' کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''وہ مرو کے رہنے والے تھے، مگر ابن حجر نے انہیں مدنی لکھا ہے، اور ابن حجر کے ہی بقول بعض نے انہیں بصری کہا ہے اور ابن سعد نے انہیں اہل مکہ کے طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے''، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ابن حجر نے انہیں ''مدنی'' لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بعض نے انہیں بصری اور اور ابن سعد نے انہیں اہل مکہ میں شمار کیا ہے، تو اس میں اعتراض والی کیا بات ہے؟ بہت سے راویانِ حدیث کے بارے میں کتب اسماء الرجال میں لکھا ملتا ہے کہ فلاں نے اسے فلاں علاقے کا بتایا ہے اور فلاں نے کسی دوسرے علاقے کا، اس سے راوی کی شخصیت پر کیا اثر پڑتا ہے؟ لیکن عمادی صاحب پر یہ وحی نہ جانے کہاں سے نازل ہوئی کہ ''عطاء بن مِینا مرو کے رہنے والے تھے''؟ یہ بات نہ حافظ ابن حجر کو معلوم تھی اور نہ ہی ابن سعد کو۔ یہ ہے عمادی صاحب کا مبلغ علم اور تلبیس کا فن جس میں وہ ''وحید العصر'' ہیں، **فوا أسفاه**۔

اب آگے چلتے ہیں! کہتے ہیں کہ ''عطاء بن مِینا ایک فرضی شخصیت ہیں، کیونکہ ان کا سن وفات کسی نے نہیں لکھا، نیز ان کے دادا پڑدادا کی بھی کوئی خبر نہیں''۔ یہ راز نہ ابن حجر پر کھلا، نہ ابن حبان وعجلی پر اور نہ ہی امام بخاری اور ابن سعد کے ذہن میں یہ نکتہ آیا، نہ ان تمام ائمہ جرح وتعدیل کی توجہ اس طرف گئی جو حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت کرنے والوں میں ''عطاء بن مِیناء'' کا نام بھی لکھتے ہیں۔ یہ ''کشف'' ہوا تو چودھویں صدی کے ایک شخص پر جس کا مبلغ علم کچھ تو آپ ملاحظہ

کر چکے اور کچھ آگے بھی ملاحظہ کریں گے۔

آگے عمادی صاحب نہ جانے کس ''ابن ابی ذباب'' کا ذکر کررہے ہیں کہ ان کی وفات 146ھ میں ہوئی تھی اور عطاء بن مِینا اُن کے آزاد کردہ غلام تھے، اور اِن ابن ابی ذباب نے خود حضرت ابو ہریرہؓ کا زمانہ نہیں پایا تو ان کے آزاد کردہ غلام نے کیسے پالیا؟۔

میں نہیں جانتا عمادی صاحب نے کہاں سے سمجھ لیا کہ عطاء ابن مِینا انہی ابن ابی ذباب کے آزاد کردہ غلام تھے جن کی وفات سنہ 146ھ میں ہوئی، بلکہ اگر کتب اسماء الرجال کا مطالعہ کیا جائے تو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرنے والے دو نام ایسے ملتے ہیں جن کے ساتھ ''مولیٰ ابن ابی ذباب'' ملتا ہے۔ایک تو ہمارے زیرِ بحث ''**عطاء بن مِینا**'' اور دوسرے ''**ولید بن رباح الدوسی المدنی**''، اِن ولید بن رباح کو بھی ''**مولیٰ بن ابي ذباب**'' کہا جاتا ہے، اور ان کی ولادت سنہ 33 ہجری اور وفات سنہ 117 ہجری لکھی ہے، ابوحاتم نے انہیں ''صالح''، امام بخاری نے ''اچھی حدیث والا'' اور ابن حبان نے ''ثقہ'' لوگوں میں شمار کیا ہے(دیکھیں: تهذيب التهذيب، ج11 ص133 / الثقات لابن حِبان، ج5 ص493) معلوم ہوا کہ یہ ولید بن رباح کسی ایسے ''ابن ابی ذباب'' کے غلام تھے جنہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کا زمانہ پایا ہے یا وہ خود صحابی تھے، یہ وہ والے نہیں ہوسکتے جو عمادی صاحب نے فرض کر لئے ہیں، تو جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ایک نام ملتا ہے ''**ایــــاس بــــن عبدالله بن ابی ذباب الدوسي**''، حافظ ابن عبدالبر اور ابوحاتم رازی وغیرہ نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے، بعض نے انہیں تابعین میں شمار کیا ہے۔(ملاحظہ ہو: أسد الغابة في معرفة الصحابة، ج1 ص338 دار الکتب العلمیۃ بیروت/ الاستيعاب في أسماء الأصحاب، ج1 ص83 دار الفکر بیروت/ تهذيب التهذيب، ج1 ص389 / الجرح والتعديل لابن ابي حاتم، ج1 ص280 دار الکتب العلمیۃ بیروت/ الوافي بالوفيات لصلاح الدين خليل بن ايبک الصفدي، ج9 ص260 دار احیاء التراث العربی بیروت)۔

اور ان ابن ابی ذباب کی خاص بات یہ ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہؓ کے قبیلہ سے یعنی ''دوسی'' ہیں، اور قرین قیاس یہی ہے کہ ''عطاء بن مِینا'' اور ''ولید بن رباح'' دونوں ان ہی ابن ابی ذباب کے غلام تھے، لیکن عمادی صاحب کا مقصد صرف حدیث اور کتب حدیث کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنا ہے اس لئے انہیں صرف وہی ابن ابی ذباب نظر آئے جن کی وفات 146ھ میں ہوئی تھی، اور حضرت ابو ہریرہؓ کے اپنے قبیلہ والے یا تو نظر نہیں آئے یا جان بوجھ کر نظر انداز کر دیے گئے۔

الغرض! عطاء بن مِینا ہرگز کوئی فرضی یا مجہول شخصیت نہیں، اور اس اعتراض کی علم اسماء الرجال یا فنِ جرح وتعدیل میں کوئی حیثیت نہیں کہ چونکہ فلاں راوی نے صرف ایک صحابی سے روایت کی ہے اور کسی سے نہیں کی، یا اس کی روایت امام مسلم نے تو ذکر کی ہے امام بخاری نے نہیں ذکر کی لہٰذا یہ راوی نا قابل اعتبار یا فرضی شخصیت ہے، یہ تمنا عمادی صاحب کا اپنا ''ڈھکوسلہ'' ہے۔

حدیث نمبر 9:

یہی مذکورہ بالا حدیث امام ابن حبانؒ نے اپنی سند کے ساتھ یوں بیان فرمائی ہے:

''ہمیں خبر دی عبداللّٰہ بن محمد الازدي نے، انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے اسحاق بن ابراھیم نے، انہوں نے کہا کہ خبر دی ہمیں عمرو بن محمد العنقزی نے، انہوں نے کہا بیان کیا ہم سے لیث بن سعد نے، اُن سے (سعید بن ابی سعید) المقبُری نے، اُن سے عطاء بن میناء نے، اُنہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا...... (آگے صحیح مسلم والے الفاظ ہیں)۔

(صحیح ابن حبان، حدیث نمبر 6816، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

راویوں کا تعارف:

عبد اللّٰہ بن محمد بن عبدالرحمن بن شیرویہ القرشی النیسابوری.

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں انہیں ''الامام ، الحافظ الفقیہ '' لکھا ہے۔ اور تذکرۃ الحفاظ میں انہیں ''بالاتفاق ثقہ'' کہا اور لکھا ہے کہ ان کی ولادت 210 اور 220 ہجری کے درمیان ہوئی اور وفات 305 ہجری میں ہوئی۔ امام حاکم کہتے ہیں کہ انہوں نے اسحاق بن راہویہ کی مسند اول تا آخر اُن سے روایت کی ہے، اور اسحاق بن راہویہ ان کا اپنے والد کی طرح احترام کرتے تھے۔ اسحاق بن خزیمہ کہتے ہیں کہ ''میں اپنے بچپن میں عبداللہ بن محمد بن شیرویہ کو مناظرہ کرتے دیکھ کر یہ کہا کرتا تھا کہ کیا میں کبھی اِن جتنا علم حاصل کر پاؤں گا''۔ امام سمعانی لکھتے ہیں کہ ''یہ مشہور فقیہ اور محدث تھے، انہوں نے پہلے بیس سال تک حدیث کا علم حاصل کیا، پھر کئی سال تک وہ فتویٰ میں مشغول رہے، اس کے بعد بیس سال تک کتابیں تصنیف کرتے رہے، اور اس کے بعد بیس سال حدیث پڑھاتے رہے''۔

(سیر اعلام النبلاء، ج14 ص166 / تذکرۃ الحفاظ، ج2 ص705 دار الکتب العلمیۃ بیروت/ التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن والمسانید للحافظ ابی بکر بن نقطہ، ج2 ص588 طبع قطر/ الأنساب للسمعاني، ج3 ص500 بیروت)۔

ایک وضاحت: یہاں یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ امام ابن حِبان نے تو اپنی سند میں ان کا نام ''عبداللّٰہ بن محمد الأزدي'' ذکر کیا ہے، انہیں ''بن شیرویہ'' نہیں لکھا، لہٰذا ہوسکتا ہے کہ یہ کوئی اور ہوں اور ''بن شیرویہ'' کوئی اور ہوں۔ کیونکہ امام ابن حِبان نے اپنی صحیح میں ان کا نام ''عبداللّٰہ بن محمد بن عبدالرحمن بن شیرویہ الأزدي'' بھی ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو (صحیح ابن حِبان، ج12 ص448 حدیث نمبر 5635، اور یہ حدیث بھی وہ اسحاق بن راہویہ سے روایت کر رہے ہیں) لہٰذا یہ ایک ہی شخصیت ہیں۔

اسحاق بن ابراھیم (بن راھویہ): ان کا تعارف پہلے ہو چکا۔

عَمرو بن محمد العنقزي ابو سعيد الكوفي

امام احمد بن حنبل اور امام نسائی دونوں نے انہیں ''ثقہ'' کہا ہے۔ یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ ''ان کی حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں''۔ ابن حبان نے انہیں ''ثقہ'' لوگوں میں شمار کیا ہے۔ امام عجلی نے بھی انہیں ''ثقہ'' لکھا ہے۔ امام ذہبی کے نزدیک بھی یہ ''ثقہ'' ہیں۔ امام بخاری کے مطابق ان کی وفات سنہ 199 ہجری میں ہوئی۔

(تهذيب التهذيب، ج8 ص98/ الكاشف، ج2 ص87/ الجرح و التعديل، ج6 ص262)

سعيد بن ابي سعيد المقبري: ان کا تعارف پہلے ہو چکا۔

عطاء بن مِينا: ان کا تعارف بھی ہو چکا۔

حديث نمبر 10:

''(امام مسلم فرماتے ہیں) بیان کیا مجھ سے زهير بن حرب نے، وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا ہم سے معلّى بن منصور نے، وہ کہتے ہیں بیان کیا ہم سے سليمان بن بلال نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا سهيل (بن ابی صالح السمّان) نے، انہوں نے اپنے والد (ذكوان ابو صالح السمّان الزيّات) سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا...... (ایک طویل حدیث ہے جس میں قیامت کے قریب پیش آنے والے مختلف واقعات کا ذکر ہے جن میں خروج دجّال اور حضرت عیسیٰ ◆ کے ہاتھوں اس کے قتل ہونے کا ذکر بھی ہے، اسی ضمن میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا)...... فينزل عيسىٰ بن مريم صلى الله عليه وسلم فَاَمَّهُم ، فَاِذَا رَآهُ عَدُوُّ اللّٰهِ، ذَابَ كَمَا يَذُوبُ المِلحُ فِي المَاءِ، فَلَو تَرَكَه لانذابَ حَتّٰى يَهلِك، وَلٰكِن يَقتُلُهُ اللّٰهُ بِيَدِه، فَيُرِيهِم دَمَه فِي حَربَتِه. پس حضرت عیسیٰ بن مریم ﷺ نازل ہوں گے پھر وہ ان کی قیادت کریں گے، پس جب اللہ کا دشمن (دجّال) انہیں دیکھے گا تو (ڈر سے) ایسے گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے، اگر عیسیٰ اُسے یونہی چھوڑ دیں تب بھی وہ خود بخود گل کر ہلاک ہو جائے، لیکن اللہ تعالیٰ اسے حضرت عیسیٰ کے ہاتھوں پر قتل کرے گا اور حضرت عیسیٰ کی برچھی میں اس کا خون دکھائے گا۔''

(صحيح مسلم، حدیث نمبر 2897، باب في فتح قسطنطنية و خروج الدجّال و نزول عيسى بن مريم)

یہی مذکورہ بالا حدیث امام ابن حبان نے بھی اپنی سند کے ساتھ یوں نقل فرمائی ہے:

''خبر دی ہمیں محمد بن احمد بن ابی عون نے، انہوں نے کہا بیان کیا ہم سے ابو ثور (ابراهيم بن خالد) نے، انہوں نے کہا بیان کیا ہم سے معلّى بن منصور نے (آگے صحیح مسلم والی سند ہے)۔

(صحيح ابن حبان، حدیث نمبر 6813، مؤسسة الرسالة بيروت)

فائدہ : اس حدیث کے آخری الفاظ کا ترجمہ جیسا کہ آپ نے پڑھا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ ◆ کے ہاتھوں دجّال کا قتل کریں گے اور عیسیٰ ◆ کی برچھی میں دجال کا خون لوگوں کو دکھائیں گے، لیکن جناب تمنا عمادی صاحب نے انکارِ حدیث کے جذبے سے سرشار ہو کر ان الفاظ کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے اُسے قتل کریں گے اور اللہ اپنی برچھی میں اُس کا خون دکھائیں گے'' اور پھر عمادی صاحب نے توبہ توبہ کی دہائی دی ہے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کی توہین کر دی گئی (دیکھیں: انتظارِ مہدی و مسیح، ص 252)۔ جبکہ کسی محدث، شارح یا اردو ترجمہ کرنے والے نے ''بِیَدِہ'' اور ''حَربَتِہ'' کی ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں لوٹائیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹائی ہیں۔ اگر عمادی صاحب کا بس چلتا تو وہ ''یُریھم دمَہ'' کا ترجمہ بھی یہ کر ڈالتے کہ ''اللہ اپنا خون انہیں دکھائے گا''، رہی یہ بات کہ ''یقتلہ اللہ'' میں قتل کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے اور یہ بھی توہین باری تعالیٰ ہے، تو عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جنگ بدر کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے ﴿فَلَم تَقتُلُوھم وَلٰکِنَّ اللّٰہَ قَتَلَھُم وَمَا رَمَیتَ اِذ رَمَیتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمیٰ۔ الانفال: 17﴾ ''(مسلمانو! حقیقت میں) تم نے ان (کافروں) کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ انہیں اللہ نے قتل کیا تھا، اور (اے پیغمبر!) جب تم نے ان پر (مٹی) پھینکی تھی تو وہ تم نے نہیں، بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔''

آپ نے دیکھا کہ کفار کا قتل تو مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہوا تھا لیکن اللہ نے فرمایا کہ یہ قتل تم نے نہیں بلکہ میں نے کیا تھا، اسی طرح کفار کی طرف مٹی اور کنکر تو نبی کریم ﷺ نے پھینکے تھے اور اللہ نے وہ مٹی اور کنکر دشمن کے ہر فرد تک پہنچا دیے جو اُن کی آنکھوں وغیرہ میں جا کر لگے اور اُن سے لشکرِ کفار میں افراتفری مچ گئی، لیکن اللہ فرماتے ہیں وہ مٹی اور کنکر ہم نے پھینکے تھے، کیا تمنا عمادی صاحب اور ان کے ہمنوا یہاں بھی **معاذ اللّٰہ من تلک الھفوات ما قدروا اللّٰہ حق قدرہ . سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون** جیسے الفاظ پڑھ کر اللہ کی طرف قتل اور رمی کی نسبت کو توہین باری تعالیٰ کہنے کی جرأت کریں گے؟ واضح رہے کہ یہ الفاظ انہوں نے صحیح مسلم کی اس حدیث شریف کا غلط ترجمہ کر کے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھے ہیں۔

(جاری ہے)

مجاہدِ ختم نبوت مولانا محمد ابوذر ؒ کی رحلت

ڈاکٹر عمر فاروق احرار

مولانا پیر ابوذر غفاریؒ علماء کے اُس گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو جدید وقدیم کا امتزاج رکھتا ہے۔جن کے ہاں زہد کی خشکی نہیں، بلکہ حلم وبرداشت کی تراوت ملتی ہے۔نوجوان جن سے محبت کرتے ہیں اور محبت پاتے ہیں۔مولانا پیر ابوذر اَپنے دینی معمولات اور معاملات میں پختہ،مگر اِنتہائی ہنس مکھ طبع اور بذلہ سنج مزاج رکھتے تھے۔اِسی لیے وہ اپنے علاقہ اور راولپنڈی واسلام آباد کے دینی حلقوں میں ہردلعزیز اور مجالس ومحافل کی جان تھے۔نوجوان اُن سے محبت کرتے تھے اور اُن کی ظرافت وخوش مزاجی کی بدولت کھنچے چلے آتے تھے۔ہر طبقے کے لوگ اُن کے پاس آتے اور کچھ ہی عرصہ میں دین داری کی جانب مبذول ہوجاتے تھے۔مولانا پیر ابوذرؒ کچھ عرصہ سے جگر کے عارضہ میں مبتلا تھے،مگر اُن کی اچانک جدائی وہم وگماں میں بھی نہ تھی۔11/مارچ کو برادرِعزیز مولانا تنویرالحسن نے فون پر اُن کی رحلت کی خبر سنائی تو دِل مسوس کر رہ گیا۔اُن کے ساتھ مجلس احرار اسلام کے حوالے سے تعلق تو بہت بعد میں ہوا،لیکن بچپن ہی سے ہم آپس میں متعارف تھے۔بعد میں وہ میرے خالہ زاد بھائی ضیاء الحق مرحوم کے ساتھ آشنا ہوئے اور اُن کی گہری دوستی کے چرچے رہے۔مولانا ابوذر کے عزیز قاری جاوید اقبال مرحوم میرے قرآن مجید کے استاد تھے۔اُن کے ہاں بھی مولانا ابوذر کو بارہا دیکھا۔تب اُن سے یہ تعلق صرف ذاتی تھا۔بعدازاں جب وہ جامعہ عربیہ چنیوٹ میں داخل ہوئے تو اُن دنوں وہاں مجلس احرار اسلام کے سابق رہنما قاری محمد یامین گوہر صاحب نے ''احرار گارڈز'' کے نام سے نوجوانوں کی ایک تنظیم قائم کر رکھی تھی۔مولانا ابوذر بھی ''احرار گارڈز'' کے ہراول دستے کا حصہ بن گئے۔یوں اُن سے ذاتی تعلق، جماعتی رشتہ میں تبدیل ہوگیا اور الحمدللہ یہ جماعتی تعلق آخر تک برقرار رہا۔اللہ کرے کہ روزِ محشر ہمیں ایک ساتھ ہی لوائے حمد کا سایہ بھی نصیب ہو، آمین۔

مولانا پیر ابوذر غفاریؒ 1968 کو تبلیغی جماعت کے ایک مخلص بزرگ حاجی میاں شاہ محمد مرحوم کے ہاں تلہ گنگ، ضلع چکوال کے معروف قصبہ کھچیاں میں پیدا ہوئے۔سکول کی ابتدائی تعلیم کے بعد نو سال کی عمر میں آپ کو جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام، جہلم میں داخل کرادیا گیا۔جہاں انہوں نے دوسال میں قاری عزیز الحق صاحب سے قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔آپ نے قاری مشتاق احمدؒ (مدفون مدینہ منورہ) سے قرأت سیکھی۔راولپنڈی میں تبلیغی مرکز جامع مسجد زکریا میں ابتدائی کتب پڑھیں۔پھر مولانا عبدالوارث صاحب سے دارالعلوم مدنیہ چنیوٹ اور مولانا منظور احمد

چنیوٹی سے جامعہ عربیہ میں موقوف علیہ تک تعلیم پائی۔ جبکہ مولانا آزاد ڈیروی سے دارالعلوم حنفیہ چکوال میں دورۂ حدیث مکمل کیا۔ اپنے والد ماجد کے زیر اثر تبلیغی جماعت سے بھی بہت محبت رکھتے تھے۔ انہوں نے جماعت کے ساتھ بھی کافی وقت لگایا۔

چنیوٹ میں دوران تعلیم مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ کی خصوصی محبت وشفقت حاصل رہی۔ مولانا چنیوٹی کے ساتھ ایک سفر غالباً انتخابی مہم کے دوران اُن کی گاڑی کا حادثہ ہوا۔ مولانا چنیوٹی اور مولانا ابوذر شدید زخمی ہوئے۔ مولانا ابوذر کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور وہ کافی عرصہ تک شدید علیل رہے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد کچھ عرصہ تلہ گنگ کی ایک مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اِسی دوران انہوں نے ہمارے ساتھ ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سیّد عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ پھر جھنگی سیّداں، راولپنڈی میں بعض احباب کی دعوت پر مسجد سیّدنا صدیق اکبر کی تعمیر کا کام شروع کیا اور حضرت پیر جی سیّد عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم سے سنگ بنیاد رکھوایا۔ اِسی دوران کچھ عرصہ کہوٹہ میں بھی خطابت کرتے رہے، مگر پھر مستقلاً جھنگی سیداں راولپنڈی ہی میں تادم آخر دعوتِ دین کا کام کرتے رہے۔ یہاں تقریباً آپ نے پچیس برس تک قرآن کی تعلیم وتدریس کی اور یہیں سے آپ کا جنازہ اٹھا۔

حضرت امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے فرزندانِ گرامی اور اُن کے عظیم خانوادے کے ساتھ عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ اپنی مسجد میں حضرت پیر جی کے علاوہ ابن امیر شریعت مولانا سیّد عطاء المومن بخاری مدظلہٗ، نواسۂ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری صاحب اور دیگر احرار رہنماؤں کے خطابات تسلسل کے ساتھ کراتے رہے۔ آپ ختم نبوت کے انتھک مجاہد تھے۔ ہمیشہ قادیانیت کے تعاقب کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ اکابر احرار کا قرب واعتماد آپ کو حاصل تھا۔ راولپنڈی اور اسلام آباد کی مرکزی دینی میٹنگوں میں، جہاں احرار کے مرکزی رہنما پہنچنے سے قاصر ہوتے، وہاں آپ اکابر اور جماعت کی بھرپور نمائندگی کرتے۔ یہی صورت ملک کے دُور دراز اِجتماعات میں بھی دیکھی جاسکتی تھی۔ آپ مجلس احرار اسلام، اسلام آباد، راولپنڈی کے ناظم ہونے کے ساتھ ساتھ مجلس احرار اسلام کی مرکزی شوریٰ کی بھی رُکن تھے۔ مجلس شوریٰ کے اجلاسوں اور جماعت کے اجتماعات خصوصاً 12 ربیع الاوّل کو سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقدہ مسجد احرار، چناب نگر میں التزام سے شریک ہوتے۔ کئی بار آپ کو آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس، چناب نگر کا نائب ناظم اجتماع بھی بنایا گیا اور آپ نے پوری مستعدی اور ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیے اور اکابر کی دعائیں سمیٹیں۔

گزشتہ سال جب اُن سے ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شرکت کی بابت فون پر دریافت کیا تو اُنہوں نے کہا

کہ الحمدللہ میں کافی بہتر ہوں اور کانفرنس میں ضرور شرکت کروں گا۔ حسب وعدہ وہ تشریف لائے اور کانفرنس کے انتظامات میں شرکت کے علاوہ اجتماع سے خطاب بھی کیا اور جلوس کی نگرانی اور ترتیب میں بھی پیش پیش رہے۔ بعدازاں وہ مجھے ملنے کے لیے تلہ گنگ آئے تو تاکید کے ساتھ دو وصیتیں کیں کہ میری زندگی کا اب کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ میری وصیت ہے کہ میں نے ابتدائی عمر ہی میں احرار میں شمولیت اختیار کی، میں اِس تعلق کو زندگی کے آخری سانسوں تک نبھاؤں گا۔ اِس لیے جب میں مر جاؤں تو مجھے احرار کے سرخ ہلالی پرچم میں لپیٹ کر دفن کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ میری نماز جنازہ حضرت پیر جی سیّد عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ پڑھائیں۔ اگر وہ تشریف نہ لاسکیں تو خاندانِ امیر شریعت میں سے کوئی بھی میرا جنازہ پڑھادے۔ تاکہ میری وابستگی میرے مرنے کے بعد بھی برقرار رہے۔

مولانا ابوذرؒ کے انتقال کی اطلاع ملتے ہی نواسۂ امیر شریعت حضرت سیّد محمد کفیل بخاری حفظہ اللہ تشریف لائے اورانہوں نے جنازہ سے پہلے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ '' دو دن پہلے مولانا ابوذر کی راولپنڈی میں عیادت کی۔ خاصی دیر اُن کی شگفتہ مزاجی سے محفل جمی رہی۔ حالانکہ انہیں شدید تکلیف تھی۔ پھر میں قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن کے ہاں ختم نبوت رابطہ کمیٹی کی میٹنگ میں چلا گیا۔ میٹنگ میں شرکت کے بعد مولانا ابوذر کا فون آیا تو اُن کی آواز سے اُن کی نقاہت واضح تھی، مگر وہ تحفظ ختم نبوت کے عاشق تھے، اور اِس مسئلے پر اِنتہائی متفکر تھے، مرضِ وفات لاحق تھا، مگر ختم نبوت رابطہ کمیٹی کے اجلاس کی تفصیلات مجھ سے معلوم کرتے رہے۔'' 11/مارچ کو صبح 9/بجے بہت بڑا جنازہ ہوا۔ میّت کو آپ کی وصیت کے مطابق احرار کے سرخ پرچم میں لپیٹ دیا گیا تھا۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی نائب امیر نواسۂ امیر شریعت محترم سید محمد کفیل بخاری صاحب نے اپنے انتہائی مخلص کارکن، دیرینہ رفیق اور مجاہد ختم نبوت کا جنازہ پڑھایا۔ یوں یہ ہمارے پیارے دوست، ساتھی اور دمساز مولانا پیر ابوذر غفاریؒ ہمیشہ کے لیے مٹی کی چادر اوڑھ کر محوِ استراحت ہوگئے۔ اُن کی وفات سے ہم ایک پُر جوش وانتھک مبلّغ، نامور خطیب اور ایک انتہائی اثر انگیز شخصیت سے محروم ہوگئے ہیں۔

چارہ گر، یوں تو بہت ہیں، مگر اے جانِ فراز　　جز ترے، اور کوئی، زخم نہ جانے، میرے

اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور اُن کے فرزندان ابوہریرہ اور احمد شاہ کو اُن کا صحیح جانشین اور دین کا سپاہی بنائے۔ (آمین)

نعتِ خاتم النبین ﷺ

محمد سلمان قریشی

میرے آقا ﷺ کی تعریف ممکن نہیں،
آفریں آفریں! !آفریں آفریں
جس نے دیکھا اُنہیںؐ کہ اُٹھایہ وہیں،
آفریں آفریں!! آفریں آفریں

☆......☆......☆

حُسن جیسے کوئی نُور کا پیرا ہن
حُسن جیسے گُلوں کی کوئی انجمن
حُسن نازاں ہیں جس پہ سبھی سیم تن
حُسن قربان جس پہ ہوئے گُل بدن
حُسن جس پر نہ پہنچیں میرے فکرو فن
حُسن جس کو نہ لکھ پائیں اہلِ سخن
حُسن جس کے نہیں جیسے اہلِ عدن
حُسن جس کے نہیں جیسے سروسمن
حُسن اِک آئینہ دلکش و دلنشیں
صَندلیں صَندلیں، اَحمریں اَحمریں
آفریں سفریں !! آفریں آفریں

☆......☆......☆

چہرہ شمس و قمر جس سے ہیں ضوفشاں
چہرہ جس میں سمٹ آئیں دونوں جہاں
چہرہ خالق کی تخلیق کا ایک فن
چہرہ ایسا کہ رشکِ زمین و زمن
چہرہ ایسا کہ خود عائشہؓ کہہ اُٹھیں
چہرہ گر مصر کی عورتیں دیکھتیں
انگلیاں چیز کیا کاٹتیں دل یہاں
شاہد اس بات کے ہیں زمین و زماں
چہرہ مدحت میں جس کی ہے رب کا بیاں
چہرہ حق کا نشاں یہ نہیں داستاں
چہرہ جیسا کہ چہرہ ہوا ہی نہیں
ماہ رو ماہ رو ، مہ جبیں مہ جبیں
آفریں سفریں !! آفریں آفریں

☆......☆......☆

آنکھیں بادۂ عرفاں سے معمور ہیں
آنکھیں جن سے صحابہؓ بھی مخمور ہیں
آنکھیں ایسی کہ جن سے ٹپکتی حیا
آنکھیں ایسی کہ جن میں تھی مہرووِلا
آنکھیں ظلمت میں مینارۂ نور ہیں
آنکھیں انساں کی ہستی کا منشور ہیں
آنکھیں اُٹھیں تو ابرِکرم ہوگئیں

آنکھیں اُمت کی خاطر ہی نم ہو گئیں
آنکھیں اُنؐ کی سراسر ہیں حق الیقین
نرگسیں نرگسیں، سرمگیں سرمگیں
آفریں سفریں !! آفریں آفریں

☆......☆......☆

زلف و الیل کی اِک حسین داستاں
زُلف جس میں زَمستاں کی گہرائیاں
زُلف جس میں خدا نے ہے شانہ کیا
زُلف دنیا کو جس نے دیوانہ کیا
زُلف جیسے کہ ہو کالی کالی گھٹا
زُلف جیسے چمن میں ہو بادِصبا
زُلف بکھری تو پھر رات شرما گئی
زُلف رُخ سے ہٹی چاندنی چھا گئی
زُلف اُلجھے یا سُلجھے لگے ہے حسیں
ریشمیں ریشمیں، عنبریں عنبریں
آفریں سفریں !! آفریں آفریں

☆......☆......☆

آپؐ کے ذکر کو رب سے رفعت ملی
آپؐ کو دین و دنیا کی نعمت ملی
آپؐ کو سب رُسل کی سیادت ملی
آپؐ کو آخری ہی شریعت ملی
آپؐ کو تاجِ ختمِ نبوت ملا
اور عقیدہ اِمامت کا ضد میں چلا
جو بھی کرتا ہے اس پر چُتان و چنیں
واسطے دین کے سانپ در آستیں
بعد اُنؐ کے نبی کوئی ہونا نہیں
اولیں اولیں، آخریں آخریں
آفریں سفریں !! آفریں آفریں

2017.JPG not found.

اے وادیٔ کشمیر

پروفیسر خالد شبیر احمد

زندہ دلانِ وادیٔ کشمیر زندہ باد
وابستگانِ غیرتِ شبیر زندہ باد

تیری شجاعتوں کے ترانے فضاؤں میں
عشق و جنوں کی بولتی تصویر زندہ باد

ظلم و ستم کے سامنے سینہ سپر ہے تو
ہے لب پہ تیرے نعرۂ تکبیر زندہ باد

گونجا جہاں میں تیرا شعلہ صفت پیام
عظمت کی تو نے لکھی ہے تحریر زندہ باد

روکے گا آج کون یہ صف شکن افواج
باطل کی رگ پہ دین کی شمشیر زندہ باد

کاوش سے تیری ختم ہوئی شب کی تیرگی
ہمت تیری ہے صدق کی تنویر زندہ باد

بھارت ہر ایک ظلم کی حد سے گزر گیا
ہے حق کی تیرے ہاتھ میں توقیر زندہ باد

کس شانِ اعتماد سے شہ رگ پہ کفر کی
مارا ہے تو نے کھینچ کے کیا تیر زندہ باد

بڑھتا گیا ہے جانبِ منزل تو بے خطر
ہیں ساتھ تیرے خالدؔ و شبیرؔ زندہ باد

لاریب تو ہے عظمتِ احرار کا امیں
ان کے سنہرے خواب کی تعبیر زندہ باد

گرنے کو ہے یہ ظلم کی دیوار بالیقیں
ہے ٹوٹنے کو کفر کی زنجیر زندہ باد

مداح تیرے آج بھی سب حُریت پسند
اے حرفِ حُر کی گونجتی تفسیر زندہ باد

اک دن بنے یہ خطۂ کشمیر ارضِ پاک
ہے یہ دعائے خالدؔ شبیرؔ زندہ باد

not found.

عشق کے قیدی (قسط:۸)

ظفر جی

آرام باغ

25 فروری....1953ء....کراچی

پورا دِن افواہوں اور چہ میگوئیوں میں گزر گیا۔حکومت آخری چارے کے طور پر "مولویوں" کو توڑنے کی جدوجہد کرتی رہی جو کسی بانڈ کی طرح آپس میں جُڑ چکے تھے۔ کچھ روز پہلے ہی مولانا لال حسین اختر کی کوششوں سے مولانا احتشام الحق تھانوی اور مولانا مفتی محمد شفیع کی صلح ہوئی تھی۔اب حکومت پورا زور لگا کر اہلِ تشیع کو تحریک سے الگ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پہلے سیّد مظفر علی شمسی کو اکیلا وزیرِ اعظم ہاؤس طلب کیا گیا۔ڈرایا دھمکایا گیا۔ پھر ریڈیو پر وزیرِ اعظم کا یہ بیان سنا گیا: "بااثر علماء ہمارے ساتھ ہیں!!!"

"شمسی صاحب اور مودودی صاحب تو گئے!!! "میں نے خیال ظاہر کیا۔

"شمسی صاحب ایسا نہیں کریں گے، ہاں مودودی صاحب کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ وہ عوامی مظاہروں کے حق میں نہیں ہیں، وہ اس جنگ کو قانونی طریقے سے لڑنا چاہتے ہیں۔البتہ عوامی مزاج کچھ اور نظر آرہا ہے۔"

ہم آرام باغ کے مخملی گھاس پر بیٹھے سموسے کھا رہے تھے۔کچھ ہندو خاکروب باغ کی صفائی میں مصروف تھے۔ رات کو یہاں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا جلسہ ہونے والا تھا۔

"یہ وہی جگہ ہے، جہاں کبھی رام اور سیتا نے اپنے دن بتائے تھے۔" چاند پوری بول اُٹھے۔

"ایک نئی افواہ!" میں نے کہا۔

"یقین کرو، اس کا نام "رام باغ" تھا جو بگڑ کر آرام باغ ہو گیا۔ "

"واہ! بڑی تاریخی جگہ ہے۔اچھا اور کیا کیا ہوا تھا، اس باغ میں؟" میں نے سموسے کھاتے ہوئے چاند پوری کو مصروف رکھنے کی کوشش کی۔

"جنگِ آزادی 1857ء کے مجاہدین کو توپوں سے باندھ کر اُڑایا گیا تھا، اسی باغ میں۔"انہوں نے انکشاف کیا۔

"اللہ اکبر! اس لحاظ سے تو اس کا نام "خونی باغ" ہونا چاہیے تھا۔"

"1947ء میں ہزاروں مہاجرین آ کر ٹھہرے تھے، اسی باغ میں۔تب سے اسے آرام باغ کہا جانے لگا۔"

"سبحان اللہ، پھر تو آرام باغ ہی ٹھیک رہے گا۔"

ایک ہاکر ہمارے پاس سے گزرا تو میں نے شام کا اخبار خریدا۔

"یہ ہمارے وزیرِ اعظم جانے کس دھرم کے ہیں؟ پل میں تولہ پل میں ماشہ۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟ کیا فرماتے ہیں؟"

"کہتے ہیں کراچی ہماری راجدھانی ہے۔ باہر سے آنے والے چند مُلا یہاں قبضہ نہیں کر سکتے۔"

"دیکھو دوست! سیاسی، سائنسی اور سنیاسی کا کوئی دھرم نہیں ہوتا.... یہ اپنی سوچ کے خود خُدا ہوتے ہیں۔"

"واہ کیا بات کہی! سیاسی، سائنسی اور سنیاسی....سبحان اللہ!" میں نے آخری سموسہ لپیٹتے ہوئے کہا۔

رات ہوتے ہی جہانگیر پارک میں سرفروشوں کا میلہ سج گیا۔ تین روزہ ختمِ نبوت کانفرنس کا آج آخری جلسہ تھا۔ شام ہوتے ہی لوگوں کے ٹھٹھ لگ گئے۔ پارک میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی تو لوگ اِدھر اُدھر عمارتوں کی چھتوں پر چڑھ گئے۔ کم و بیش ایک لاکھ کی حاضری تھی۔ جلسے کا نظم و ضبط اور حاضرین کا جوش و خروش مثالی تھا۔ مولانا احتشام الحق تھانوی اور مولانا مفتی محمد شفیع پہلی بار ایک ساتھ سٹیج پر ظاہر ہوئے تو متحارب فرقوں کے پر جوش کارکنوں نے بے اختیار اٹھ کر ایک دوسرے کو گلے لگا لیا۔ علامہ مظفرؒ علی شمسی سٹیج پر نظر آئے تو عوامی نعروں سے پورا باغ گونج اُٹھا:

"شمسی صاحب جواب دو....آپ کس کے ساتھ ہو!"

لوگ اس پروپیگنڈے کا توڑ چاہتے تھے جو وزیرِاعظم سے اُن کی تنہا ملاقات کے بعد پیدا ہوا تھا۔ شمسی صاحب بھی دن بھر کے دباؤ کی وجہ سے خوب تاؤ میں تھے مائک پر آئے تو جوش و جذبات کے سمندر بہا دیے:

"خواجہ ناظم الدین صاحب فرماتے ہیں کہ کراچی میری راجدھانی ہے اور ہم باہر سے آئے ہوئے چند بے قیمت مُلا ہیں ...؟ کراچی والو! بتاؤ...کراچی کس کی ہے؟ خواجہ ناظم الدین کی؟"

مجمع سے شور اُٹھا "نہیں...نہیں۔"

"یا فدایانِ ختمِ نبوت کی؟....بتاؤ، بتاؤ!"

"آج تاریخ اپنے آپ کو دُہرا رہی ہے.....کیا حسینؓ کے ناناﷺ کا دین لاوارث ہو گیا ہے؟ کیا کراچی ہمارے لیے کوفہ بن گیا ہے؟

خواجہ صاحب سن لیجئے! ہم یہاں سوداگری کرنے نہیں آئے۔ نہ تمہاری کرسی چھیننے آئے ہیں۔ سرکارِ مدینہﷺ کا تاجِ نبوت خطرے میں گھرا ہے۔ ہم حکومت سے ناموسِ رسالت کے تحفظ کی یقین دہانی مانگنے آئے ہیں۔ ہمیں وزارت نہیں

چاہیے، دولت نہیں چاہیے، ہم اسلام کے بنیادی مسئلے کی خاطر تمہارے پاس آئے ہیں اور تم کہتے ہو کہ کراچی میری راجدھانی ہے؟ وزیرِاعظم صاحب! ذرا وزیراعظم ہاؤس سے باہر آیئے اور آ کر دیکھئے کہ کراچی کس کی راجدھانی ہے؟ "

ہر شخص دیوانہ و مستانہ ہوا جاتا تھا۔ لوگ اسی وقت جیل جانے کو تیار تھے۔ جب شمسی صاحب نے پوچھا کہ تحفظِ ناموسِ رسالت کے لئے کون کون جیل جانا چاہتا ہے؟ تو مجمع بے قابو ہو کر سٹیج پر ٹوٹ پڑا۔ اس موقع پر بزرگ احرار رہنما ماسٹر تاج الدین انصاری نے عوام سے پرامن رہنے کی اپیل کرتے ہوئے کہا:

"ہم خواجہ صاحب سے التجاء کرتے ہیں کہ وہ عوام کے مطالبات پر کان دھریں۔ ابھی رات باقی ہے۔ صبح ہمیں بلوا لیجئے تسلّی سے سوچئے۔ ایک بار پھر غور کر لیجئے اور قوم کو نیک فیصلے سے سرفراز کیجئے۔ ہم آپ سے الجھنے نہیں آئے اور نہ شہر کا امن تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری اب بھی دلی دعا ہے کہ کل کا سورج کسی سمجھوتے کی نوید بن کر اُبھرے۔ خدارا! قوم کے متفقہ مطالبات مان لیجئے۔ اللہ آپ کو اس کی توفیق دے۔ آمین، ثم امین۔"

حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے جذبات سے بھرپور تقریر کی اور عشقِ مصطفی ﷺ کا حق ادا کر دیا۔ اُن کی بے مثال خطابت کے بہاؤ کے دوران کوئی آنکھ نہ تھی جو عشقِ مصطفی ﷺ میں پُرنم نہ تھی اور کوئی دل ایسا نہ تھا جو عشق رسول ﷺ میں تڑپ نہیں رہا تھا۔

" قُل اِنّ صلاتي وَ نُسُكِي وَ مَحيَايَ ..... وَ مَمَاتِي .... لِلّهِ .... رَبِ العالمين: بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا، اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ لا نبی بعد محمد ﷺ، لا امت بعد امت محمد ﷺ۔ کراچی والو! یاد رکھو! یہ نماز، یہ روزہ، یہ حج، یہ زکوٰۃ، یہ شریعت، یہ طریقت، یہ حقیقت، یہ تہذیب، یہ تمدّن، یہ اخلاق، یہ مذہب، یہ پُورا دینِ اسلام، حضور ﷺ کی ختم المرسلینی کے گرد طواف کر رہا ہے۔ "

احرار رہنما صاحبزادہ سیّد فیض الحسن تقریر کے لئے سٹیج پر آئے تو کسی مُرید نے ان کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈال دیا۔ انہوں نے وہ ہار نوچ پھینکا اور کہا: "یہ وقت ہار پہننے کا نہیں میرے عزیز! سرکارِ دوعالم ﷺ کی آبرو کو خطرہ ہو اور میں پھولوں کے ہار پہنتا پھروں؟ یہ ہتھکڑیاں پہننے کا موسم ہے، بیڑیاں پہننے کا موسم ہے، ہمیں پابہ زنجیر کر کے دیکھو۔ ہمیں زندانوں میں پھینکو۔ ہمارے جسم کو اُدھیڑ کے رکھ دو۔ پھر دیکھو کہ ہمارے ماتھے پہ شکن بھی آتی ہے کہ نہیں!"

آرام باغ کی فضاء فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ نعرۂ تکبیر.... اللہُ اکبر! تاج و تخت ختم نبوت.... زندہ باد!

پراسرار کار

رات گیارہ بجے ایک نیلے رنگ کی کار بندر روڈ سے آرام باغ کی طرف مُڑی اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی جلسہ گاہ کے قریب آ گئی۔ سیاہ شیشوں والی اس گاڑی میں اسٹیبلشمنٹ کے دو شاطر کھلاڑی سوار تھے۔ ڈیفنس سیکرٹری سکندر مرزا اور کیبنٹ سیکرٹری مسٹر جی۔ احمد! پراسرار کار جلسہ گاہ سے قریب آ کر رُک گئی۔ کراچی کے عوام نہایت اشتیاق سے صاحبزادہ

فیض الحسن کی تقریر سن رہے تھے جو شب کی جولانی میں ساون بھادوں کی طرح گرج برس رہے تھے۔

"انگریز چلا گیا اور اپنی باقیات چھوڑ گیا!

ہم نے انگریز کو بھی بھگت لیا، تمہیں بھی بھگت لیں گے! انگریز کی قید بھی برداشت کی۔ تمہاری بھی برداشت کر لیں گے !تمہیں آزادی مبارک ہو تم تو پہلے بھی آزاد تھے۔ اب بھی آزاد ہو۔ ہماری آزادی کا سورج تب طلوع ہوگا، جب تحفظِ ناموسِ رسالت کا قانون بنے گا۔ جب منکرینِ ختم نبوت کا فیصلہ ہوگا۔ جب مسلمان کو انصاف ملے گا !!! "

"او مین ہیئر وی گو اے گین۔ کون ہے یہ مُلا؟" گاڑی میں بیٹھے سکندر مرزا نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

"احراری ہے، صاحبزادہ فیض الحسن بی۔اے۔ ہومیو پیتھک ڈاکٹر ہے۔ تیس ہزار مرید ہیں اس کے۔ جہاں جاتا ہے، مرید مکھیوں کی طرح پہنچ جاتے ہیں۔" مسٹر جی احمد نے ونڈ اسکرین سے پار جھانکتے ہوئے کہا۔

" مقرر بھی تو کمال کا ہے.... "

"میں تو کہتا ہوں واپس چلیں۔ مُلاؤں کی تقاریر سے مجھے تو سخت کوفت ہوتی ہے۔" جی احمد نے منہ بنایا۔

"نہیں یار....جلسہ دیکھ کر جائیں گے۔" سکندر مرزا نے کار کا شیشہ سرکاتے ہوئے کہا۔

"ارر...ارے...شیشہ بند کر بھائی...سردی آ رہی ہے" مسٹر جی احمد جھنجھلا کر بولے۔

" کیا تقریر کرتا ہے یہ مولوی....ایک دم مست "

"چل پھر اس مستی میں تھوڑی اور مستی بھی شامل ہو جائے! "

" کیا ارادے ہیں؟ "

"زاہد شراب پینے دے جلسے میں بیٹھ کر" جی احمد ڈیش بورڈ سے بوتل نکالتے ہوئے بولا۔

"مروائے گا تُو....کسی مولوی نے دیکھ لیا تو؟ "

" کم آن یار...شیشہ اچھی طرح چڑھا دے۔" جی احمد پیگ بناتے ہوئے بولا۔

"یار ایک لاکھ بھیڑ بکریاں کیسے کھینچ لاتے ہیں یہ لوگ! وِد آؤٹ پبلسٹی۔ یاد ہے 14 اگست کو ہم لوگ پرائم منسٹر کی تقریر کے لئے پندرہ سو بندہ مہیّا نہیں کر سکے تھے۔ "

"اسٹریٹ پاور اِز ناٹ اتھارٹی" جی احمد نے گھونٹ بھرتے ہوئے زہریلا سا منہ بنایا۔ "لوگ رات بھر بخاری کی اسپیچ سنتے تھے اور ووٹ صبح جناح کو دے آتے تھے۔ یہی پبلک کا مزاج ہے! "

"لیکن اس بار حالات کچھ اور ہیں یار" سکندر مرزا سگریٹ جھاڑتے ہوئے بولا" لگتا ہے یہ لوگ مرزائی کو کافر کرا کے ہی دم لیں گے۔ تم ابھی سے اپنا کوئی اچھا سا نام سوچ لو۔ کھڑک سنگھ کیسا رہے گا؟ "

"ہاہاہا۔ کھڑک سنگھ اور تم بھی سوچ لو، اسکندر ناتھ! "

" کیوں بھائی! آئی ایم ناٹ کافر! "

"موت سے کس کو رُستگاری ہے... آج ہم، کل تمہاری باری ہے!" جی احمد نے کہا۔

" کیا مطلب؟ "

" پہلے ایک پیگ لگا، بتاتا ہوں۔ "

"یار تُو بھی ناں! مروائے گا۔ چل اب بتا: میں کیسے کافر ہوا" سکندر جام چڑھاتے ہوئے بولا۔

" دیکھ! آج اگر مرزائیوں کو کافر قرار دے دیا گیا تو کل اگلا نمبر شیعہ کا ہوگا!"

"اِم پاسیبل۔ شیعہ اِز ناٹ اے کوئیسچن! " سکندر مرزا سگریٹ مسل کر بولا۔

" دی گیم وِل اینڈ سُون اینڈ کوئیسچن وِل رائز۔ یہ عارضی گٹھ جوڑ ہے بھائی۔ آج احمدی کے خلاف سب ایک ہیں۔ کل شیعہ کے خلاف ایک ہونگے "

"شیعہ کے خلاف کیوں؟ "

" دیکھ، جب جنگل میں سوکھا پڑتا ہے ناں! تو شیر، چیتا اور نیل گائے ایک تالاب پر راضی ہو جاتے ہیں۔ اسے واٹر ٹروس (water truce) کہتے ہیں۔ برسات میں یہ ٹروس خود بخود ٹوٹ جاتا ہے۔ تب شیر، چیتا مل کر نیل گائے کا شکار کرتے ہیں۔ سمجھے یا کوئی اور مثال دوں؟ "

"شیعہ اِز اے سیکٹ آف اسلام۔ وہ احمدی کی طرح لوکل آئٹم تھوڑی ہے بھائی!" سکندر مرزا نے کہا۔

"ارے مرے برانڈڈ آئٹم! دیکھ: وہابی، سُنّی میں لاکھ اختلافات سہی، لیکن جب بھی کڑا وقت آتا ہے، ایک اُمّت بن جاتے ہیں۔ بھلا کیوں؟ اس لئے کہ سوادِ اعظم ایک ہے، جبکہ شیعہ ایک اقلیت ہے۔ وِدر یسپیکٹ ٹو سوادِ اعظم! "

"شیعہ کیسے اقلیت ہوگیا؟ ہی اِز پارٹ آف گیم یار! "

"ہاں، لیکن ندر کی گیم کچھ اور ہے، مولوی اپنا کام نکالنے کے لئے شیعہ کو استعمال کرتا ہے۔ کام نکل جائے تو اِختلافات شروع!"

"اختلافات تو سب فرقوں میں ہیں پھر۔ "

"بات اختلافات کی نہیں، سوادِ اعظم کی ہے۔ "

"یہ قائد اعظم کہاں سے آ گئے یار بیچ میں؟ "

" لگتا ہے کچھ زیادہ ہی چڑھ گئی ہے۔ قائد اعظم نہیں مائی لارڈ! سوادِ اعظم۔ سپریم اتھارٹی آف مُسلم میجارٹی۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی یہ سب ایک سوادِ اعظم ہے۔ بَٹ شیعہ اِز اے کوائٹ ڈِفرنٹ ریلیجئس چین! "

"مطلب کہ ان حالات میں شیعہ کو کیا کرنا چاہیے؟" سکندر مرزا پریشان ہو گئے۔

"مرزائیت کا ساتھ دینا چاہیے اور کیا کرنا چاہیے؟ آج سوادِ اعظم ہمارے خلاف ایک ہے۔ کل شیعہ کے خلاف ایک ہوگا۔ آج احمدی اکیلا ہے۔ کل شیعہ تنہا ہوگا۔ ایک ایک کر کے کفر کے گڑھے میں دفن کریں گے ہمیں!" جی احمد نے کہا۔

"آئی ڈونٹ بی لیو آن اٹ!" سکندر مرزا نے کہا۔

"اسی لئے تو کہتا ہوں کارل مارکس کو چھوڑ اور مذہبی کتابیں پڑھا کر۔ تاکہ آنکھ کھلے تیری! "

"اوہ مائی گوش! اس کا مطلب ہے مظفر علی شمسی اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارنے چلا ہے۔" سکندر مرزا کی آواز ڈگمگانے لگی۔

"آف کورس! شمسی اِز اے میڈ! وہ اُسی شاخ کو کاٹ رہا ہے، جس پر خود بیٹھا ہے!"

"ویری ڈینجرس!" سکندر مرزا نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔

"ناٹ اونلی ڈینجرس، اِٹس سوسائیڈل! آج ہی ان سب کو اَریسٹ کرو۔ صبح ہونے سے پہلے پہلے، بہت ہو چکا تماشا۔ اسی میں ہم سب کا بھلا ہے۔ باقی رہی پبلک۔ جب لیڈر اندر رہوں گے تو پبلک خود بخود شانت ہو جائے گی۔ چلو اب نکلو یہاں سے۔ "

" کہاں؟ "

"وزیراعظم ہاؤس.....اور کہاں؟؟

"اس وقت؟ گیارہ بج رہے ہیں یار! "

" گیارہ نہیں میری جان، ایک بجا ہے رات کا۔ وقت بہت کم ہے! "

"لیکن پلان کیا ہے؟ "

" سمجھاتا ہوں.... سمجھاتا ہوں "

"اچھا! یہ قائدِ اعظم والی بات بھی مجھے ذرا پھر سے سمجھا دینا۔" سکندر مرزا بڑبڑایا۔

" قائدِ اعظم نہیں، لارڈ ماؤنٹ بیٹن.... سوادِ اعظم! "

یہ کہہ کر جی احمد نے گاڑی رِی وَرس کی اور گورنمنٹ ہاؤس کی طرف بڑھا دی۔

میلہ محمد ﷺ دے مستانیاں دا

سکندر مرزا اور مسٹر جی احمد نے نصف شب وزیرِ اعظم ہاؤس کی کنڈی کھٹکائی۔

خواجہ صاحب لباسِ شب خوابی میں ہی بھاگے چلے آئے۔

" خیریت؟ اتنا رات گئے کیا مُسکل ہو گیا؟"

کچھ دیر خاموشی رہی، پھر مسٹر جی احمد ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولے۔

"سچوایشن اِز وَیری کریٹیکل سر! "

" کیوں، کیا ہوا؟ کیا زَ ولسے میں کوئی ہنگومہ ہوگیا؟" وزیراعظم نے متفکّر ہوکر پوچھا۔

" سکندرمرزا! وزیراعظم کو ڈِی ٹیل بتلاؤ۔"

سکندرمرزا نے بمشکل آنکھیں کھولیں اور جھومتے ہوئے کہا:

"ہنگامہ نہیں سر! بغاوت۔ مولوِیز آر آؤٹ آف کنٹرول۔ دے ہیو ڈِی کلیئرڈ اے وار اگینسٹ اسٹیٹ۔ کل سے کراچی میں تباہیاں ہوں گی، تباہیاں! "

" کمول کا بات ہے.... مولوی لوغ میٹنگ میں کُس اور بولتا تھا۔ اب زولسے میں کُس اور بول رہا ہے؟ "

" سر مولوی اور موسم کا کیا اعتبار؟ جو بادل آج گرج رہے ہیں، کل برس پڑے تو سب کچھ بہہ جائے گا۔ اس لئے جتنا جلدی ہو سکے۔ ان کڑکتی بجلیوں کو قید کیجئے۔ ایکشن مسٹ بی ٹیکن ٹونائیٹ ! "

" کیوں مسٹر جی۔ احمد، آپ کیا بولتا ہے؟" وزیرِاعظم نے تصدیق چاہی۔

"ا یگریڈ وِد مرزا سر۔ کل تک اس طوفان کو روکنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ "

سادہ اور پُر وقار وزیراعظم نے یہ پوچھنے کی زحمت بھی نہ کی کہ جلسے کی رپورٹ دینا تو اِنٹیلی جنس کی ذمّہ داری ہے۔ آپ حضرات کس خوشی میں باولے ہوئے جاتے ہو؟"

" کمِسنر کراسی سے بات کراؤ، فوراً۔" وزیراعظم نے کہا۔

تھوڑی ہی دیر میں کمشنر کراچی اے ٹی نقوی لائن پر موجود تھے۔

رات ایک بجے جلسہ تمام ہوا۔ بندر روڈ پر عوام کا ایک سمندر موجزن تھا۔ آرام باغ سے لے کر جامعہ کلاتھ تک لوگ ہی لوگ تھے۔ راستے میں جگہ جگہ میمن اور اسماعیلی برادری نے دودھ، قہوے، گرم انڈے، حلوہ پوری اور چائے کے سٹال لگا رکھے تھے۔ عاشقانِ رسول ﷺ کا تین روزہ جلسہ اہلِ کراچی کا ایمان جگمگا کر آج ختم ہو رہا تھا۔ میں چاند پوری صاحب کے ساتھ بائسکل پر تھا۔ کرائے کی بائسکل بھرے مجمع میں کیا چلتی، اُلٹا اسے پیدل ہی گھسیٹ رہے تھے۔ جامع کلاتھ کے سامنے عالم شاہ بخاری کے مزار پر خوب میلہ تھا۔ ہم وہاں بیٹھ گئے اور چائے کے ساتھ ساتھ حالات حاضرہ پر تبصرہ کرنے لگے۔ چاند پوری بہت پر جوش اور پر امید تھے۔

" صدیوں بعد، پہلی دفعہ اُمّت محمدی ﷺ ایک سٹیج پر اکٹھی ہوئی ہے یار۔ ماشاء اللہ! مُفتی محمد شفیع اور مولانا احتشام الحق تھانوی نے آج ایک ساتھ نماز پڑھی ہے۔ سبحان اللہ، مدتوں سے سینگ پھنسائے ان دو بڑے علماء کے بیچ تعصب کی دیواریں گرانے کا سہرا مجلسِ احرار اسلام کے رہنما مولانا لال حسین اختر کے سر ہے۔ ہیرا آدمی ہے یار،

ہیرا۔ مولانا لال حسین اختر پہلے لاہوری مرزائی تھے۔ اللہ نے ہدایت دی اور آج اُمت مسلمہ کی تسبیح کے بکھرے دانوں کو جوڑ رہے ہیں۔ اللہ اُنہیں خوش رکھے۔ "

"واقعی اس جلسے نے ثابت کر دیا ہے کہ عوامی جذبات علمائے دین کی مٹھی میں ہوتے ہیں۔ علماء آپس میں خلوص سے مصافحہ کریں تو عوام گلے ملتی ہے۔ اگر وہ ایک دوسرے پر دھاڑیں تو پھر لاشیں گرتی ہیں۔ "

"بس یار! اب دعا کرو کہ اتحادِ امّت قیامت تک قائم رہے اور اس کی برکت سے دارالحکومت کا دل بھی پگھل جائے، حکومت مطالبات پر غور کرے اور کل کا سورج کوئی اچھی نوید لے کر طلوع ہو۔ "

" آمین۔ اب اس اتحادِ امّت کی خوشی میں ایک پیالہ دودھ جلیبی تو کھلا دیں۔" میں نے فرمائش کی۔

" کیوں نہیں، ضرور ضرور۔" یہ کہہ کر چاند پوری بیکری کی طرف نکل گئے۔

رات دو بجے کا عمل تھا۔ سڑک پر اب خال خال ہی لوگ نظر آ رہے تھے۔ دربار پر کچھ لوگ بیٹھے قوالی سن رہے تھے۔ ان دنوں پاک و ہند میں دین محمد جالندھری قوال کا طوطی بولتا تھا۔ کم و بیش سارے قوال دین محمد جالندھری کی ہی نقل کیا کرتے تھے۔ چاند پوری دو پیالے دودھ جلیبی کے لے آئے۔ میں دین محمد قوال کی سُروں پر سر دُھننے لگا:

ایہہ میلہ محمد ﷺ دے مستانیاں دا   دِلا اُٹھ کہ ویلا ہے شُکرانیاں دا

(یہ محمد ﷺ کے دیوانوں کا میلہ ہے۔ جاگ اے دِل، کہ شکر بجالانے کا وقت ہے۔)

اچانک ہی فضاء سائرن کی آواز سے گونج اُٹھی۔ سامنے بندر روڈ سے پولیس کی تین گاڑیاں اور ایک پولیس بس گزری۔ چاند پوری اور میں نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"یا اللہ خیر! یہ لشکرِ جرار کہاں جا رہا ہے!" چاند پوری بڑبڑائے۔

" لگتا ہے، وزیرِ اعظم صاحب آ رہے ہیں، مجلس والوں سے ملنے۔" میں نے خیال ظاہر کیا۔

" نہیں، کچھ اور معاملہ ہے۔ اُٹھو چل کے دیکھتے ہیں۔ "

ہم پیالوں اور قوالوں کو وہیں چھوڑ کر روڈ کی طرف بھاگے۔ گاڑیاں ایک قدیم عمارت کے سامنے آ کر رُک گئیں۔ پولیس کے چاک و چوبند دستے پوزیشنیں سنبھالنے لگے۔ کچھ افسران سول لباس میں تھے۔ ایک افسر جوانوں کو متعیّن کر کے گاڑی میں نصب وائرلیس پر ہدایات وصول کرنے لگا۔

"یس سر... عمارت کو گھیرے میں لے لیا سر!!!... یس سر... سر... سر "

میں نے عمارت کی دوسری منزل پر آویزاں سرخ رنگ کا بورڈ پڑھنے کوشش کی۔

"دفتر مجلس احرار اسلام.... کراچی! "

پولیس افسر ہاتھ میں پستول تھامے آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ اس کے ساتھ سول لباس میں خفیہ والے

بھی تھے۔انہوں نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا:

"دروازہ کھولو ورنہ توڑ دیا جائے گا۔ "

کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور پولیس افسران اندر چلے گئے۔

تقریباً دس منٹ تک خاموشی رہی۔فضاء میں صرف قوالی کے بول ہی باقی رہ گئے....

مدینے دا ساقی ، ہے ورساں دا مستی — او مستی ، جیندے وچ ہے مستاں دی ہستی
جے سَر دے کے مل جائے ، اے مے ہے سستی — ہے اس مے کدے وِچ ، بلندی نہ پستی
ہے عرش بریں فرش مستانیاں دا

دفتر احرار کے دروازے سے سب سے پہلے مولانا سیّد ابوالحسنات عصاء ٹیکتے باہر نکلے۔ان کے پیچھے امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نظر آئے ، پھر صاحبزادہ سیّد فیض الحسن اترے۔خمارِ عشق محمد ﷺ سے سرشار اِن مستانوں کے لئے آزادی اور زندان میں فرق بھی کیا تھا؟ ان کی تو نصف زندگی ریل میں اور باقی جیل میں کٹی تھی،دکھ تو اُن بے بصیرت حکمرانوں پر تھا،جنہوں نے علمائے حق کے مطالبات کو نظر انداز کر کے غدارِ دین و وطن میر جعفر کے پڑپوتے کا مشورہ مان لیا تھا۔جنہوں نے ذُریّتِ مرزا قادیان کو کھلا چھوڑ کر سیّد زادوں کو پابۂ زنجیر کر دیا تھا۔دفتر احرار سے کل آٹھ علماء گرفتار ہوئے۔ان میں جناب مولانا لال حسین اختر، جناب مولانا عبدالرحیم جوہر جہلمی ، جناب نیاز لدھیانوی،اسد نواز ایڈیٹر’’ حکومت‘‘،اور جناب ماسٹر تاج الدین انصاری بھی شامل تھے۔جبکہ مولانا عبدالحامد بدایونی اور مظفر علی شمسی صاحب اگلے روز گھروں سے گرفتار کئے گئے۔

پولیس گاڑیاں ہُوٹر بجاتی ہوئیں سنٹر جیل کراچی کی طرف روانہ ہوگئیں۔ میں اور چاند پوری صاحب تھکے قدموں سے واپس چل پڑے۔ہم دونوں خاموش تھے اور بے حد افسردہ۔ہم ایک بار پھر بابا عالم شاہ بخاری کے مزار پر جا بیٹھے،جہاں قوال گردوپیش سے بے خبر مے خانۂ عشق و مستی کا احوال سنا رہے تھے:

عجب مستیاں ہن ، اس مے دے اندر — کہ ہے قطرے قطرے دی تہ وچ سمندر
جنہیں بوند پیتی او بنیاں قلندر — نہ معبد کلیسا نہ مسجد نہ مندر
ہویا دل اے دیوانہ ، مے خانیاں دا — مدینے دا ہے ، مے کدہ کجھ نرالا
ہر اک جام ہے ، درسِ توحید والا — چراغِ محبت او حق دا اجالا
دِتا جس نوں ساقی نے ،عشق دا پیالا — براھیم ہے سارے بت خانیاں دا
ایہہ میلہ محمد ﷺ دے مستانیاں دا

(جاری ہے)

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

● نام کتاب: علوم الحدیث، اصول ومبادی رشحاتِ قلم: شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتعلیقات: محمد عمار خان ناصر ناشر: دار الکتاب، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

اشاعت اوّل: محرم ۱۴۳۸ھ/ اکتوبر ۲۰۱۶ء قیمت: ۴۵۰ (مبصر: مفتی نجم الحق)

ملنے کا پتہ: مکتبہ امام اہل سنت، جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ 0306-6426001 / 0306-6406040

شیخ الحدیث امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ان علماء میں سے ہیں جن کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے تصنیف وتالیف میں تحقیق واحقاقِ حق کا خصوصی ذوق عطاء فرمایا تھا۔ آپ نے جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کا ہر جہت سے احاطہ کیا۔ حضرت کا مزاج یہ تھا کہ زیر بحث مسئلہ کی تحقیق میں دسیوں حوالہ جات قلم بند فرماتے تھے۔ اس طرح حضرت کی تصنیف جہاں ایک فروعی مسئلہ کی تحقیق پیش کرتی ہے وہاں دینی علوم کے اصول اور مستقل افادیت رکھنے والے مباحث کا گراں قدر ذخیرہ ہوتی ہے۔ قاری جہاں ایک فروعی مسئلہ سے متعلق دلائل سے سیراب ہوتا ہے وہاں دین اسلام کے اہم ماخذ واصول کے بیش بہا ذخیرہ سے بھی فیض یاب ہوتا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے جناب محمد عمار خان ناصر اپنے جدِ مکرم کی کتب سے ان اصولی مباحث کو یکجا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ قاری کے سامنے یہ بنیادی مباحث مثبت انداز میں آجائیں اور وہ اختلافی تناظر سے ہٹ کر دین کے اصول وماخذ میں حضرت کے حاصل مطالعہ سے مستفید ہوسکے۔ اس کوشش کا پہلا ثمر زیر تبصرہ کتاب ہے۔ اس کتاب میں علوم الحدیث سے متعلق درج ذیل مباحث کو جمع کیا گیا ہے۔

۱: علوم الحدیث مختصر تعارف ۲: روایۃ حدیث اور ان کی توثیق ۳: سند کے اتصال وانقطاع کی تحقیق

۴: تنقیدِ متن کے چند اہم پہلو ۵: ماخذ حدیث اور ان کا استنادی معیار ۶: متفرق مباحث

اللہ سبحانہ وتعالیٰ، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر کتب کی طرح اس گلدستہ کو بھی شرفِ قبولیت عطاء فرمائے اور مسلمانوں کے لیے نافع بنائے۔ آمین

● ماہنامہ: المدینہ خصوصی شمارہ ''عشرہ مبشرہ نمبر'' سرپرست اعلیٰ: حاجی مسعود پاریکھ

نومبر۔ دسمبر ۲۰۱۶ء مطابق صفر ربیع الاوّل ۱۴۳۸ھ قیمت: ۴۰۰ (مبصر: مفتی نجم الحق)

ملنے کا پتہ: ماہنامہ المدینہ، صائمہ ٹاورز، روم نمبر A.205، سیکنڈ فلور، آئی آئی چندریگر روڈ کراچی۔ 0300-2204255

ماہنامہ ''المدینہ'' حاجی مسعود پاریکھ کی سرپرستی اور قاری حامد محمود کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ ''المدینہ'' وقتاً فوقتاً مذہب وسماج سے متعلق مہتم بالشان پہلوؤں پر خصوصی نمبر شائع کرتا ہے جس سے قاری کو اہم مسائل سے متعلق معلومات یکجا پڑھنے کو مل جاتی ہیں۔ زیر

تبصرہ خصوصی شمارہ ''عشرہ مبشرہ نمبر'' پیش کر رہا ہے۔ اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دس خوش نصیب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تعارف وخدمات کا تفصیلی ذکر ہے، جن کو ایک ہی مجلس میں جنت کی بشارت سے نوازا گیا تھا۔

اس خاص نمبر میں ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی، قاضی ابوالفضل حبیب الرحمٰن، ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، ڈاکٹر سید عزیز الرحمٰن، ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی، مولانا فیضان المصطفیٰ، مولانا منظر الاسلام ازہری، مولانا نفیس احمد مصباحی، مولانا محمد حنیف خان اور مولانا قطب الدین مصباحی کے رشحات قلم شامل ہیں۔ شروع میں ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری نے ''شانِ عشرہ مبشرہ کے اوصاف و فضائل'' کی تلخیص پیش کی ہے۔ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ سیرتوں اور عظیم الشان کارناموں سے باخبر ہونا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ المدینہ نے اس خاص نمبر کے ذریعے آسان، سادہ اور عام فہم تحریروں کے ذریعے عام مسلمانوں کو نفع اٹھانے کا بہترین موقع فراہم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مبارک کاوش کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کے لیے نافع بنائے۔ (آمین)

● نام کتاب: تبصرے مصنف: ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن (مبصر: ابن سیف سنجرانی)

قیمت: درج نہیں ناشر: مسجد الفرقان، ملیر کینٹ بازار، کراچی

بریگیڈیر (ر) ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن مشہور و معروف شخصیت ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ علم و ادب کی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ تصنیف و تالیف کے میدان میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

فاضل مصنف کی زیرِ تبصرہ کتاب ''تبصرے'' چار ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اوّل میں اپنی کتب پر اہل علم و فضل کے تحریر کردہ مقدمات، پیش لفظ، تقاریظ اور مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہونے والے تبصروں کو درج کیا ہے۔

باب دوم: مصنف کے تحریر کردہ مقدمات، پیش لفظ، تقاریظ اور اخبارات و رسائل میں شائع ہونے والے تبصروں پر مشتمل ہے۔ باب سوم میں ڈاکٹر صاحب نے اپنی تصانیف پر لکھے ہوئے پیش لفظ اور چند مقدمات کو جمع کیا ہے جب کہ باب چہارم میں ماہنامہ ''انوار القرآن'' کراچی کے مدیر اعلیٰ کی حیثیت سے لکھے جانے والے چند اداریوں اور وفیات وغیرہ کو جمع کیا ہے۔

اہل علم اور کتاب دوست حضرات کے لیے بیش قیمت تحفہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت سے نوازیں۔ (آمین)

● نام کتاب: اسوۂ رہبرِ عالم ﷺ مصنف: شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی (مبصر: ابنِ سیف سنجرانی)

مرتب: ناصر الدین خان عامر ناشر: الشریعہ اکادمی ملنے کا پتہ: مکتبہ امام اہل سنت، جامع مسجد شیرانوالہ باغ، گوجرانوالہ (0306-6426001) — مکتبہ حنفیہ، مسجد امن، جی ٹی روڈ، باغبانپورہ لاہور (0300-9496702)

ممتاز عالم دین کالم نگار و تجزیہ نگار مولانا زاہد الراشدی کے ''سیرتِ طیبہ اور اُسوۂ حسنہ'' کے موضوع پر دیے گئے سیکڑوں علمی اور تاریخی خطبات ہیں جو کہ مختلف اخبارات و جرائد میں شائع ہوئے۔ ناصر الدین خان نے چند مطبوعہ مضامین کا انتخاب کتابی صورت میں مرتب کیا ہے۔ سرورِ کونین خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو منفرد اور اچھوتے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ مولانا زاہد الراشدی کے خطبات و مقالات بڑے جاندار، مؤثر اور ادبی ہیں۔ عوام و خواص، طلبہ و اساتذہ کے استفادے کے لیے خاص تحفہ اور سیرتِ طیبہ کی سیکڑوں کتابوں کے مطالعے کا حاصل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرتب کی اس کاوش کو قبول فرمائیں۔ (آمین)

قرآن آڈیٹوریم لاہور میں منعقد ختم نبوت کورس کی روداد

رپورٹ: شعبہ تعلیم وتربیت، مرکز تنظیم اسلامی

تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن کے تعاون سے 5 فروری بروز اتوار صبح 10 بجے تا نماز مغرب، بمقام قرآن آڈیٹوریم ، لاہور، ختم نبوت تربیتی کورس کا انعقاد کیا گیا، پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک وترجمہ سے ہوا، جس کی سعادت جناب حافظ تنویر احمد نے حاصل کی، جبکہ نعت رسول مقبول ﷺ جناب حافظ امیر حمزہ نے پیش کی، اسٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب خورشید انجم ناظم شعبہ تعلیم وتربیت تنظیم اسلامی پاکستان نے انجام دیے، اس پروگرام میں کثیر تعداد میں رفقائے تنظیم اسلامی اور دیگر دینی جماعتوں کے کارکنان نے شرکت کی، اس موقع پر تنظیم اسلامی، انجمن خدام القرآن اور مجلس احرار اسلام پاکستان کی طرف سے بک اسٹالز بھی لگائے گئے تھے۔

اس پروگرام کی غرض وغایت کے حوالے سے خطاب کرتے ہوئے ناظم شعبہ تعلیم وتربیت جناب خورشید انجم نے فرمایا کہ عقیدہ ختم نبوت ہمارے ایمان کا حصہ ہے، اس کے بغیر ایمان کی تکمیل نامکمل ہے، مگر افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اس عقیدے کے حوالے سے ہمارے ہاں شعور وآگاہی بہت کم ہے، نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ کے مطابق فتنوں کا دور آنے والا ہے، اس دور میں ایک شخص صبح کو مومن ہوگا، تو شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر۔

ہم اس وقت فتنوں کے دور میں سانس لے رہے ہیں اور آئے روز نئے نئے فتنے جنم لے رہے ہیں، جس طرح تسبیح ٹوٹتی ہے تو اس کے دانے بکھر جاتے ہیں، ہماری کیفیت بھی اس وقت بکھرے ہوئے دانوں کی ہے، ہم بالکل بے حس ہوکر رہ گئے ہیں جبکہ انہی فتنوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ عنقریب ایک فتنہ رونما ہوگا، صحابہؓ نے پوچھا کہ اس فتنے سے نکلنے کا راستہ کیا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کتاب اللہ!

عصر حاضر کے فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ بقول حضرت مولانا انور شاہ کاشمیریؒ قادیانیت ہے، بعض لوگ قادیانیت کو بھی اسلام ہی کا ایک فرقہ سمجھ بیٹھتے ہیں، جو کہ ایک بہت بڑی غلطی ہے، اسی حوالہ سے انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ایک فہم ختم نبوت تربیتی کورس کا اہتمام کیا گیا ہے، ختم نبوت کے حوالہ سے کام کرنے والی سب سے پرانی تنظیم مجلس احرار اسلام کے قائدین کو مدعو کیا گیا ہے۔

سب سے پہلے مرکز احرار تلہ گنگ کے مسئول اور انچارج شعبہ ختم نبوت خط وکتابت کورس جناب مولانا تنویر الحسن کو خطاب کی دعوت دی گئی، جناب مولانا تنویر الحسن نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ سب سے پہلے میں

جناب ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو خراج عقیدت وخراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جنہوں نے قرآن کو اصل زندگی سمجھتے ہوئے میری اور آپ سب کی تربیت کی اور ہمیں قرآن وسنت کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی طرف رہنمائی کی۔

انہوں نے کہا کہ ہر زمانے میں عقیدہ ختم نبوت کے دفاع کے حوالہ سے کام ہوتا رہا ہے، ماضی کی ساڑھے چودہ سو سالہ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی کہیں سے بھی ختم نبوت پر وار ہوا، تو شمع ختم نبوت کے پروانوں نے اس وار کو بھانپ لیا اور صف بندی کر کے اس کا مقابلہ کیا۔

انہوں نے کہا کہ اس دور میں صرف عقیدہ ختم نبوت ہی نہیں، تین اور عقائد بھی ہیں، جن پر ڈاکہ ڈالا گیا ہے اور ڈاکہ ڈالنے والا ایک ہی شخص تھا، جسے مرزا غلام احمد قادیانی کہا جاتا ہے۔ جس نے عیسیٰؑ ہونے اور مثل عیسیٰ ہونے، مھدی ہونے اور مثل مھدی ہونے، خود کو محمد الرسول اللہ ﷺ ہونے اور خود کو ظلی و بروزی نبی ہونے کا دعویٰ کر کے امت مسلمہ میں تفریق ڈالنے کا ایک نیا رخ اور راستہ اختیار کیا۔

انہوں نے کہا کہ بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت ہمارے ایمان کا حصہ ہے، ہمارے بزرگوں میں سے امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ'' عقیدہ ختم نبوت ہی عین ایمان ہے اگر اس میں کمزوری پڑ جائے، تو کوئی مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا''۔

ہم جانتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی صف میں سب سے آخر میں مبعوث فرمایا، اور آپ پر جس کتاب کو نازل فرمایا گیا، وہ قرآن کریم ہے، قرآن مجید میں عقیدہ ختم نبوت کو 132 آیات میں کسی نہ کسی انداز میں بیان کیا گیا ہے، معروف آیت ما کان محمد ابا احد۔۔۔۔ میں خاتم النبین اس عقیدہ کا منبع وخلاصہ ہے، حضرت سیدنا موسیٰؑ، حضرت سیدنا عیسیٰؑ اور دیگر تمام انبیاءؑ نے سیدنا نبی کریم ﷺ کی آمد کی بشارت دی، ہمارے آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ میں محمد بھی ہوں اور احمد بھی، دنیا میں میرا نام محمد اور آسمانوں پر میرا نام احمد ہے، اللہ جل جلالہ نے قرآن کریم میں چار مقامات پر محمد (ﷺ) اور ایک مقام پر احمد (ﷺ) کے نام سے آپ کا تعارف کرایا ہے۔ عالم ارواح میں تمام انبیاءؑ نے آپ کی نبوت کا اقرار کیا، یہ پہلا منظر نامہ ہے، دوسرا منظر نامہ اور اس کی مکمل گواہی واقعہ معراج میں انبیاءؑ نے ادا کی، تیسرا منظر نامہ، خطبہ حجۃ الوداع ہے، اس موقع پر دین کی تکمیل کی گئی، یہ شرف صرف نبی کریم ﷺ کو ہی عطا فرمایا گیا، آیت میثاق ، آیت معراج/اسرا اور آیت تکمیل دین۔ عقیدہ کی افادیت وعظمت کو سمجھاتی ہیں، قرآن کریم میں مختلف انبیاءؑ کا ذکر کیا گیا ہے کہ فلاں نبی کو فلاں قوم اور قبیلہ کی طرف مبعوث کیا گیا مگر ایک صرف ایک ہستی ایسی ہے کہ جسے پوری انسانیت کی طرف نبی بنا کر مبعوث کیا گیا اور وہ عظیم ہستی ہمارے پیارے نبی ﷺ کی ہے کہ جن کے سر پر اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کا تاج سجایا۔

اس کے بعد رفع ونزول عیسیٰؑ ،خروج دجال وظہور مھدی کے عنوان پر مبلغ ختم نبوت جناب مولانا سرفراز معاویہ نے اس پروگرام کے انعقاد پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تنظیم اسلامی اس پر مبارکباد کی مستحق ہے کہ اس نے اس

بڑھتے ہوئے فتنے کا تعاقب کرتے ہوئے آغاز کر دیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ نبی اپنی طور پر نہیں بنتا، نبی وہی ہوتا ہے کہ جسے اللہ نبی بنائے، جو شخص نبوت کو دعویٰ کرے جبکہ وہ نبی نہ ہو تو ایسا شخص جھوٹا اور دجال ہے، مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح، مہدی اور نبی ہونے کا دعویٰ کر کے دین اسلام پر وار کیا۔ یاد رہے کہ قادیانی اسلام اور پاکستان کے دشمن ہیں، 1974ء کے آئین میں قادیانیوں کو کافر قرار دیا گیا ہے، قادیانی آئین پاکستان کی رو سے کافر ہیں مگر یہ لوگ خود کو اقلیت ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں، اس وقت پوری دنیا میں چھ کروڑ قادیانی ہیں، جن میں سے تقریباً دو کروڑ پاکستان میں ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم ان فتنوں سے بچیں، اس کے لیے علم کا ہونا بہت ضروری ہے، علم کا ذریعہ قرآن وحدیث ہے، اس علم کے وارث علماء کرام ہیں، ہمیں علماء سے ہی رہنمائی حاصل کرنا ہوگی، یہ علم انتہائی ضروری ہے، یاد رہے کہ اگر آپ کے پاس علم نہ ہوگا تو آپ متزلزل ہو جائیں گے۔

انہوں نے کہا کہ ختم نبوت پر کسی مسلک کا اختلاف نہیں ہے، یہ ایک متفقہ مسئلہ ہے، حضرت علامہ سید انور شاہ کاشمیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ختم نبوت کا کام کرے اس کے لیے جنت کی ضمانت ہے۔ امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کام کرتا ہے تو وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا حق دار بن جاتا ہے۔

مجلس احرار اسلام کے مبلغ جناب محمد آصف جو خود بھی فتنہ قادیانیت کا شکار رہے ہیں اور قادیانیت میں 7،8 سال گزار کر آئے ہیں، اللہ نے ان کو ہدایت بخشی اور قادیانیوں کی کتابیں اور لٹریچر پڑھ کر اس کے تضادات نے ان کی آنکھیں کھول دیں، انہوں نے بھی فتنہ قادیانیت اور اس راہ کے مسائل ومشکلات پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے کہا کہ قادیانیوں نے مرزا قادیانیت کی کتب کا مطالعہ ہی نہیں کیا۔ اگر وہ تحقیقی نقطۂ نظر سے اپنی کتابوں کا مطالعہ کریں تو انھیں سچ اور جھوٹ کا فرق معلوم ہو جائے گا۔ قادیانی، ہماری تبلیغ اور دعوتِ اسلام کا اصل ہدف ہیں۔ انھوں نے سامعین کے سوالات کے جوابات بھی دیے۔ اس کورس کے مہمان خصوصی نواسہ امیر شریعتؒ اور مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے نائب امیر مولانا سید محمد کفیل شاہ بخاری نے ''قادیانیوں کو دعوت کا طریقہ کار'' کے عنوان پر خطاب کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے خطاب کا آغاز پرانی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے تو کئی برس پرانی یادیں تازہ ہو گئیں، جب ڈاکٹر اسرار احمد صاحبؒ کی دعوت پر سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے فرزند مولانا سید عطاء المحسن شاہ بخاریؒ یہاں تشریف لائے تھے اور ''منہج انقلابِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کا طریقہ کار'' کے موضوع پر مذاکرہ تھا تو بہت ہی خوبصورت ماحول تھا اور وحدتِ امت کا ایک منظر ڈاکٹر صاحبؒ نے یہاں پیش فرمایا تھا اور یہ ان کا خاص مشن تھا۔ الحمد للہ! ان کا مشن جاری ہے اور آپ حضرات اس ادارے اور تنظیم سے وابستہ ہیں اور دین کی محنت ایک خوبصورت انداز میں جاری رکھے ہوئے ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ دعوت کے کسی نئے طریقے کی ضرورت نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ

ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے اور قرآن کریم ہدایت کی کتاب ہے، صحیح معنوں میں ہدایت تقویٰ ہے، تقویٰ کے بغیر نفع نہیں ، نبی کریم ﷺ نے ایمان والوں میں تقویٰ پیدا کیا، حضور نبی کریم ﷺ نے آغاز زمانہ نبوت میں اپنے خاندان اور دوستوں کو دعوت دی، سب سے پہلی مخالفت آپ کے خاندان اور قبیلہ والوں ہی نے کی، آپ ﷺ اس مخالفت سے مایوس نہیں ہوئے، دوبارہ ان لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے دین کی دعوت پیش کی، آپ میلوں اور مختلف مجالس میں تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے دعوت وتبلیغ کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا، فریضہ نبوت کو پوری قوت اور احسن طریقے سے ادا کیا ، جن لوگوں نے آپ کی دعوت کو مان لیا، وہ کامیاب ہوئے، انہوں نے اپنی خواہشات اور مال وجان، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور اطاعت میں قربان کر دیا اور جن لوگوں نے آپ کی دعوت کو نہ مانا، وہ ناکام ونامراد ہوئے۔

حضور ﷺ نے جب دعوت پیش کی تو اس دعوت کے نتیجے میں ری ایکشن پیدا ہوا، آپ کے چچا جناب ابوطالب کے سامنے شکایات کے انبار لگا دیے گئے کہ اپنے بھتیجے کو سمجھایئے، آپ کے چچا کفار ومشرکین کی باتوں کو سن کر پریشان ہوتے اور کہتے کہ بھتیجے کچھ نرمی اختیار کرو، اس وقت آپ ﷺ نے جو کلمات ادا کیے، وہ پوری امت کے لیے اسوہ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کام سے پیچھے نہیں ہٹوں گا، یہاں تک کہ اس راستہ میں مٹا دیا جاؤں یا یہ کہ دین غالب ہو جائے۔ سوالات ہوئے آپ ﷺ نے جوابات ارشاد فرمائے، آپ ﷺ نے تحمل اور بردباری سے فریق مخالف کو سنا ، پیار ومحبت اور دلیل کی قوت سے اپنا پیغام ان تک پہنچایا، اس پیغام نے دلوں پر اثر کیا، مکہ فتح ہوا اور دین غالب ہوا، آپ ﷺ نے اپنے آخری خطبہ (خطبہ حجۃ الوداع) کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ جو موجود ہیں، وہ اس دین کو ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں پر موجود نہیں ہیں۔ دعوت پیش کرنا تمام انبیاء علیہ السلام کی سنت ہے، دعوت پیش کرنے میں زبردستی نہیں ہے، نبی کریم ﷺ نے سربراہان مملکت کو دعوتی خطوط بھی ارسال فرمائے، ان میں سے شاہ حبشہ اصحمہ نجاشی نے اس دعوت کو قبول کیا، دیگر نے انکار کر دیا مگر اس دعوت کے نتیجے میں ان تک اللہ تعالیٰ کا پیغام ضرور پہنچا۔

دعوت ایک مستقل کام ہے، قول اور فعل سے قرآن وسنت کی دعوت کا اظہار ہو، دعوت حکمت، اچھے طریقے اور دلائل کی قوت سے پیش کی جائے، دل میں نرمی، اضطراب اور فکرمندی ایسی ہو کہ مخاطب متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، دعوت کے نتیجے میں ہی ایک نیا معاشرہ تشکیل پاتا ہے، صحابہ کرامؓ کی جماعت اسی دعوت کے نتیجے میں قائم ہوئی ، ہر شخص دین کا داعی بنا، انہیں کسی سیمینار، جلسے یا کورس کی ضرورت نہیں تھی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے براہِ راست دین کو سیکھا، سمجھا اور اس پر عمل کیا، ہر شخص چلتا پھرتا داعی تھا، کفار انہیں دیکھ کر پہچان لیتے تھے کہ یہ حضور ﷺ کا ساتھی ہے۔

آج ہم نے دعوت الی اللہ کا شعبہ مولوی کے سپرد کر دیا ہے جبکہ یہ ذمہ داری ہر مسلمان کی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ ہی کو لے لیجیے کہ کس طرح انہوں نے دین کی دعوت پیش کی، آپ نے مسلمانوں میں دین کا جذبہ پیدا کر کے انہیں دین سے قریب کیا، مسلمانوں کو ہر قسم کے فتنوں سے آگاہ کیا، انہیں ایمان کی حفاظت کا درس دیا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آج

بھی مسلمانوں کو مختلف فتنوں سے خبردار کیا جائے ، ان کے ایمان کی حفاظت کی جائے ، اس وقت دین کی نئی نئی تشریحات سامنے آ رہی ہیں ، عقلی معیار کو نمونہ بنا کر پیش کیا جا رہا ہے ، قرآن وسنت کے منہج سے ہٹ کر لوگوں کے سامنے دعوت پیش کی جا رہی ہے ، جو سراسر نقصان کا راستہ ہے ۔ قرآن وسنت کو چھوڑنے اور اجماع امت سے ہٹنے کا نتیجہ دین سے دوری ہے ، اس وقت ہم بہت سے فتنوں سے دوچار ہیں اور ابھی کئی فتنے ایسے ہیں جو پر تول رہے ہیں ، ان فتنوں اور شرور سے حفاظت کا ذریعہ نماز ہے ، آپ پانچ وقت کی نماز کا اہتمام کریں اور اپنے رب سے مضبوط تعلق استوار رکھیں ، اس تعلق کے نتیجے میں تمام فتنے اپنی موت آپ مر جائیں گے ۔

اس خطہ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ، کچھ لوگ ان سے متاثر ہوئے ، ان لوگوں نے قرآن وسنت اور اجماع امت کو معیار نہیں بنایا ، جو لوگ دین سے پھر گئے ، انہیں دوبارہ دین میں واپس لانے کی تگ ودو ہونی چاہیے ، اس بارے میں آخرت میں ہم سب سے باز پرس ہونی ہے ، دعوت کے ضمن میں عام آدمی قادیانیوں سے تعلقات رکھے گا ، تو اس کی گمراہی کے امکانات بہت زیادہ ہیں ، قرآن وسنت کا علم رکھنا ، حالات اور فتنوں سے باخبر ہونا ، یہ انتہائی ضروری ہے ۔

انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کا رد مرزا غلام قادیانی کے افکار ونظریات اور تضادات کو پیش کر کے کیا جائے تو یہ انتہائی موثر ہے کیونکہ مرزا غلام قادیانی کے اقوال اور افعال میں بلا کا تضاد ہے ۔

تحفظ ختم نبوت کے عظیم مشن میں ہمارے اکابر نے اللہ کی رضا کے لیے محنت کی ، تو اس کے نتائج بھی سامنے آئے ، ہم نے آج بھی اس مقدس مشن کے تحفظ کے لیے آگے بڑھنا ہے ، مایوس نہیں ہونا ، اس گروہ کے اندر کام کرنے کی ضرورت کل بھی تھی اور آج بھی ہے ، ہمیں اپنے دین کی صداقت پر پورا یقین ہے کہ ایک ہی دین ہے دین اسلام ۔ جسے قائم رہنا ہے ، اسی پر ہم نے عمل پیرا ہونا ہے ، یہی فتنوں سے بچنے کا راستہ ہے ۔ جس کا ایمان لوٹ لیا گیا ، اس کا سب کچھ تباہ وبرباد ہو گیا ۔ ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہمارے جن بھائیوں کے ایمان کو لوٹ لیا گیا ہے ، اس کے لیے فکر مند ہوں ، ہم انہیں جہنم کے کنارے سے گھسیٹ کر رحمت کے ماحول میں لے آئیں ۔ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ، محبت اور فرمانبرداری پر عمل پیرا ہوں ، یہی اللہ کی محبت کے حصول کا ذریعہ ہے ، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا کوئی اور ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے ۔ میری جماعت مجلس احرار اسلام کا مقصد ومشن یہی ہے کہ قادیانیوں اور دیگر کفار کو اسلام کی دعوت دی جائے ۔ اسلام کی دعوت وتبلیغ ، انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ہے ۔ میں اپنے رفقاء سمیت ، تنظیم اسلامی کے دوستوں کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے ختم نبوت کورس کا انعقاد کیا اور ہمیں اس خدمت کی سعادت حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا ۔

مسافرانِ آخرت

ادارہ

★ رفیق امیر شریعت حضرت مولانا محمد یٰسین رحمتہ اللہ علیہ کی نواسی، حافظ عبدالغفور صاحب کی بیٹی، محمد عتیق اور محمد انیس کی ہمشیرہ، ملک محمد طارق کی اہلیہ اور محترم قاری محمد طٰسین کی بھانجی ۲۰/ جمادی الاخری ۱۴۳۸ھ/ 20 مارچ 2017ء بروز پیر طویل علالت کے بعد انتقال کر گئیں۔ مرحومہ، حافظۂ قرآن اور عالمہ تھیں۔ ہمارے جامعہ بستانِ عائشہ دارِ بنی ہاشم ملتان میں حفظ قرآن مکمل کیا، عالمہ بنیں اور کئی برس اپنی مادرِ علمی میں معلّمہ رہیں۔ بعد میں اپنے نانا جان مولانا محمد یٰسین رحمتہ اللہ علیہ کے قائم کردہ مدرسہ صوت القرآن میں بچیوں کو قرآن و حدیث کی تعلیم دیتی رہیں۔ علالت کی شدت کی وجہ سے تدریس موقوف ہوگئی جس کا انھیں آخر وقت تک شدید افسوس تھا کہ وہ کئی روز سے حدیث نہیں پڑھا سکیں۔ مرحومہ انتہائی صالحہ، زاہدہ اور عابدہ تھیں۔ خاندانِ امیر شریعت سے بہت گہرا تعلق وانس تھا۔ وہ اپنے خاندانی رشتوں کی طرح خاندانِ امیر شریعت کے افراد کو بھی انھی رشتوں سے پکارتی۔ میرے والد ماجد سید محمد وکیل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو نانا ابا، میری والدہ مرحومہ کو نانی جان، مجھے ماموں جان اور میری بہنوں کو خالہ جان کہتی۔ مرحومہ کے تین معصوم بچے ہیں۔ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا۔ مرحومہ کے شوہر ملک محمد طارق نے تینوں بچوں کو جامعہ بستانِ عائشہ میں داخل کرایا ہے کہ ان کی والدہ بھی اسی مدرسہ سے پڑھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ بچوں کو صالح بنائے، بابرکت زندگی دے اور انھیں مرحومہ کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے۔ والدین اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)۔ 21/ مارچ کو صبح ابدالی مسجد ملتان میں راقم (سید محمد کفیل بخاری جسے مرحومہ ماموں جان کہتی تھی) نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور قبرستان جلال باقری میں حضرت امیر شریعت کے سرہانے کی طرف اپنے خالو مولانا احسان فاروقی رحمتہ اللہ علیہ کے قریب ہمیشہ کے لیے آسودہ خاک ہوگئیں۔ **اللھم اغفرلھا وارحمھا وعافھا واعف عنھا وادخلھا الجنۃ الفردوس۔**

★ چیچہ وطنی میں جناب ماسٹر محمد اقبال (بلاک نمبر 13 تبلیغی جماعت والے) کے بھائی پروفیسر امانت علی چودھری 7/ فروری کو ملتان میں انتقال کر گئے۔

★ چیچہ وطنی میں ہمارے اداروں کے معاون خصوصی میاں نذیر حسین کے بھائی میاں محمد اسماعیل کچھ عرصہ پہلے انتقال کر گئے

★ چیچہ وطنی میں چودھری عبدالرزاق ڈوگر کے بھائی اور حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر کے تایا جان محمد اظہر ڈوگر 8 مارچ کو انتقال کر گئے۔ مرحوم خانقاہ سراجیہ سے متعلق تھے اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ کے بے تکلف دوستوں میں سے تھے۔ حافظ عبدالرشید چیمہ مرحوم کے خانوادے سے بڑی محبت رکھتے تھے۔

★ مسلم لیگ (ق) کے رہنما حافظ عمار یاسر (تلہ گنگ) کی خالہ محترمہ 20 مارچ کو انتقال کر گئیں۔

★ مجلس احرار اسلام رحیم یار خان کے قدیم کارکن محترم صوفی محمد سلیم صاحب کے چھوٹے بھائی آفتاب احمد مرحوم، انتقال: 16/فروری 2017ء بروز جمعرات۔

★ مجلس احرار اسلام کراچی کے نائب امیر اور مدرسہ محمدیہ، جامعہ مسجد محمدی مہران ٹاؤن کراچی کے بانی و مہتمم مولانا عبدالغفور مظفر گڑھی کے جواں سال بھانجے عبدالحنان 29 جنوری کو کراچی میں انتقال کر گئے۔

★ جماعت اسلامی کراچی کے امیر حافظ نعیم الرحمٰن کی والدہ ماجدہ 26/مارچ کو انتقال کر گئیں۔ مجلس احرار اسلام کراچی کے امیر مفتی عطاء الرحمٰن قریشی اور نائب امیر مولانا عبدالغفور مظفر گڑھی نے حافظ نعیم الرحمٰن سے ملاقات کر کے تعزیت کا اظہار کیا اور دعائے مغفرت کی۔

★ مجلس احرار اسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ کے قدیمی سرپرست ملک نذر حسین ڈوگر 26 مارچ کو انتقال کر گئے۔ مرحوم نے تحریک ختم نبوت 1953ئسے لے کر کچھ عرصہ پہلے تک فعال کردار ادا کیا۔ نماز جنازہ مقامی احرار رہنما جناب قاری عبید الرحمان زاہد نے پڑھائی۔ مقامی امیر احرار حافظ محمد اسماعیل سمیت احبابِ احرار کے علاوہ شہر بھر سے زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے حضرات نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

★ احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دعاءِ مغفرت کا خاص اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطاء فرمائے۔

دعاءِ صحت

- مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المؤمن بخاری دامت برکاتہم شدید علیل ہیں
- حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی جناب خواجہ رشید احمد صاحب گزشتہ دو سال سے کومے میں ہیں
- مجلس احرار اسلام بہاول پور کے صدر قاری عبدالعزیز صاحب علیل ہیں
- مدرسہ معمورہ کا سابق طالب علم حافظ محمد اویس سنجرانی علیل ہے
- لاہور کے بزرگ احرار کارکن چودھری محمد اکرام صاحب طویل عرصے سے علیل ہیں
- چودھری عبدالجبار صاحب صدر مجلس احرار اسلام خان پور علیل ہیں
- حافظ محمد جمال صاحب قدیمی کارکن مجلس احرار اسلام غازی پور
- ڈیرہ اسماعیل خان کے احرار کارکن حافظ فتح محمد علیل ہیں
- حافظ محمد صدیق چوہان صدر مجلس احرار اسلام رحیم یار خان شہر علیل ہیں
- مجلس احرار اسلام کراچی کے نائب امیر اور مدرسہ محمدیہ، جامعہ مسجد محمدی مہران ٹاؤن کراچی کے بانی و مہتمم مولانا عبدالغفور مظفر گڑھی کے بھائی قاری عبدالشکور علیل ہیں
- احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ تمام مریضوں کی صحت یابی کے لیے دعاء فرمائیں، اللہ تعالیٰ انہیں شفا کاملہ عطا فرمائے۔

علومِ نبویہ کی قدیم درسگاہ

جامعہ فتحیہ

رجسٹرڈ

قائم شدہ 1890ء

ذیلدار روڈ اِچھرہ لاہور

زیر سرپرستی محترم جناب حافظ میاں محمد نعمان صاحب

بسلسلہ **خطباتِ احکام القرآن**

خطاب

مفکر اسلام عظیم دانشور شیخ الحدیث حضرۃ مولانا علامہ

زاھد الراشدی

دامت برکاتہم العالیہ صاحب

گوجرانوالہ

صدارتی تمغہ امتیاز

مرکزی سیکرٹری جنرل پاکستان شریعت کونسل

تیرھویں نشست **2 اپریل 2017 بروز اتوار بعد نماز ظہر**

بعنوان: اسلامی تہذیب و معاشرت کے تحفظ کے تقاضے

چودھویں نشست **20 اپریل 2017 بروز جمعرات بعد نماز ظہر**

بعنوان: موجودہ فکری کشمکش اور دینی مدارس کی ذمہ داریاں

ختم مشکوٰۃ شریف

13 اپریل 2017 بروز جمعرات بعد نماز ظہر ان شاء اللہ

استاذ العلماء حضرۃ مولانا عالم باعمل **ارشاد احمد** صاحب مدظلہ العالی

مہتمم دارالعلوم کبیر والا

قمر اہلسنت حضرۃ مولانا قاضی **عبدالرشید** صاحب مدظلہ العالی

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مولانا **شاھد عمران** عارفی

آف ساھیوال

اہم اعلان: جامعہ ھذا میں آئندہ سال سے دورہ حدیث شریف کا آغاز ھوگا ان شاء اللہ

برائے رابطہ

ناظم اعلیٰ جامعہ فتحیہ **میاں محمد عفان**

مولانا **عبداللہ مدنی** ناظم تعلیمات جامعہ فتحیہ

0320-4421234

0303-8811234

You Tube: Abdullah Madni عبداللہ مدنی

Live: f 0333 4412343

اعتماد گرافکس

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی سیّد عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قائم شدہ 28 نومبر 1961ء

مدرسہ معمورہ

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

خصوصیات

★ الحمد للہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی و فکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے

★ حفظ و ناظرہ قرآن اور درسِ نظامی میں درجہ متوسطہ سے درجہ خامسہ تک تعلیم جاری ہے

★ دارالافتاء کا قیام ★ صرف و نحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء

★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر و تحریر کی تربیت ★ دارالمطالعہ کی سہولت

★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ و ناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

تعمیری منصوبے

● وسیع بیسمنٹ ہال ● دارالقرآن ● دارالحدیث ● دارالمطالعہ

اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جا رہی ہے۔

تخمینہ لاگت بیسمنٹ ہال (20,00,000) بیس لاکھ روپے، لاگت فی کمرہ چار لاکھ روپے ہے

تخمینہ لاگت درس گاہیں، ہاسٹل، لائبریری، مطبخ (1,00,00,000) ایک کروڑ روپے

صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد و سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔

نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوٰۃ و عشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

ترسیلِ زر

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 0278-37102053 یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ

061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

الداعی الی الخیر

ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری

مہتمم مدرسہ معمورہ ملتان